ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۶ | محرم الحرام ۱۴۲۹ھ / جنوری ۲۰۰۸ء | شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں

مدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں

نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش.............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.............. سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ.............سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 7914-2 مسلم کمرشل بنک

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۶
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۲
حکیم فیض عالم کی بے راہ رَوی	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۱۴
مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت...	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	۱۹
علم کی برکات اصلاحِ نیت پر موقوف ہیں	حضرت مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی	۲۸
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۴۰
محرم الحرام کی فضیلت اور منکراتِ مروجہ...	حضرت مولانا سید مفتی عبدالکریم صاحب	۴۲
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۴۸
وفیات		۵۱
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۲
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۵۵
دینی مسائل		۵۹
اخبار الجامعہ	محمد عامر اخلاق، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۶۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

۲۷؍دسمبر کو پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بیگم بینظیر بھٹو راولپنڈی کے لیاقت باغ میں جلسہ عام سے خطاب کے بعد واپس جارہی تھیں کہ اُن کی گاڑی پر خودکش حملہ ہوا، اِس قاتلانہ حملہ میں وہ شدید زخمی ہوگئیں اور کچھ دیر بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پاگئیں اِن کے علاوہ ۲۰؍ سے زائد افراد اِس حادثہ میں جاں بحق ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

بینظیر بھٹو جو کہ پاکستان کی ایک بڑی سیاسی پارٹی کی سربراہ تھیں اور تقریبًا دو ماہ قبل خود اختیار کردہ جلاوطنی کے بعد پاکستان آئی تھیں اور اعلان کے مطابق ۸؍جنوری کو ملک میں ہونے والے عام انتخابات کے لیے ملک بھر کے طوفانی دورے کر رہی تھیں، جب پارٹی کے جلسہ عام میں راولپنڈی پہنچیں تو جلسہ عام سے فراغت کے بعد ناگہانی حملہ کا شکار ہوگئیں۔ ان کے قتل کی خبر منٹوں میں جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی اُن کی پارٹی کے کارکنوں کی طرف سے اِس ناگہانی حادثہ پر شدید ردّ ِعمل ہوا اور فوری طور پر تشدد اور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا خاص طور پر کراچی حیدرآباد اور اندرونِ سندھ بہت بڑے پیمانہ پر تباہی ہوئی اور کئی روز کے لیے کاروبارِ زندگی معطل ہوکر رہ گیا۔ ہر جماعت اور طبقہ کی طرف سے اِس قتل عام کی مذمت کی گئی اور ملک کی ہر بڑی چھوٹی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کے غم میں شریک ہوگئی۔

پاکستان کو بنے ہوئے ساٹھ برس بیت گئے مگر اِس کے باوجود سیاسی اقتصادی و معاشی اعتبار سے ملک دن بدن غیر مستحکم ہوتا جارہا ہے۔ اِس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ملک کے معاملات ہمارے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہیں ہمارے فیصلے بیرونی ممالک کرتے ہیں اور ہمارا ناعاقبت اَندیش حکمران طبقہ اِس پر لبیک کہہ دیتا ہے۔ اِس صورتِ حال نے غیر یقینی ماحول اور مایوسیوں کو جنم دیا ہے اور ہر شخص ایک دُوسرے سے بیگانہ اور بے غرض ہوگیا ہے۔ موجودہ انتخابات کے موقع پر معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ بہادر کی سربراہی میں انتہائی گہری سازش کے ذریعہ بینظیر بھٹو کے لیے پاکستان آنے کی راہیں ہموار کی گئیں اور ایسے حالات پیدا کیے گئے جس کے ذریعے مسلمانوں کا باہم شیرازہ ایسا بکھر جائے کہ آئندہ کے لیے اِس کی شیرازہ بندی ناممکن ہو جائے اور باہمی نفرتوں کو ہوا دے کر اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں ہی سے وہ کام کرا لیے جائیں جو بغیر بدنامی مول لیے امریکہ اور مغربی طاقتیں حاصل نہیں کر سکتی تھیں۔ دُوسری طرف یہی مغربی طاقتیں ملکی حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے ہمارے معاملات پر اِس قدر حاوی ہو چکی ہیں کہ کیسی بھی صورتِ حال ہو اپنے مفادات کے حصول میں اُن کو کچھ زیادہ دُشواری نہیں ہوتی، لہٰذا قوی اَندیشہ ہے کہ بینظیر کے قتل کو یہ طاقتیں ایسا رنگ دینے کی کوشش کریں جس کے نتیجہ میں ملک کے اندر خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو جائے اور پہلے سے غیر مستحکم پاکستان مزید ناتواں ہو کر ڈھیر ہو جائے لہٰذا اِس نازک صورتِ حال کے موقع پر پاکستان پیپلزپارٹی کی باقی ماندہ قیادت پر لازم ہے کہ اِنتہائی سمجھداری اور دُور اَندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے کارکنوں کو صبر و تحمل کی تلقین کرے، کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہم رہے سہے پاکستان کے وجود سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں اور بعد میں سوائے کفِ افسوس ملنے اور پچھتاوے کے کچھ باقی نہ رہ جائے۔

پارٹی پر اِس ناگہانی حادثہ کے موقع پر نا صرف ہم بلکہ پورا ملک اُن کے غم میں شریک ہے۔ حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ اِس افسوس ناک واقعہ کی فوری اور غیر جانب دار تحقیق کروا کر اِس کے ذمہ داروں کو قرارِ واقعی سزا دے اور یہ اِس لیے بھی اور زیادہ ضروری ہے کہ کچھ حلقوں کی طرف سے برملا یہ کہا بھی جانے لگا ہے کہ اِس کارروائی کے پسِ پردہ ایجنسیاں ملوث ہو سکتی ہیں، بہ صورتِ دیگر مرحومہ بینظیر بھٹو کا یہ بیان سچ ہوتا نظر آئے گا کہ ''اگر مجھ کو کچھ ہو گیا تو اِس کی ذمہ دار حکومت ہوگی'' اور اخباری اطلاعات کے مطابق کچھ لوگوں کو مرحومہ نے نامزد بھی کر کے حکومت کو مطلع کر رکھا تھا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس نازک موقع پر ہم سب کی دستگیری فرمائے اور باہمی جھگڑوں اور فتنوں سے ہم سب کو عافیت نصیب فرمائے، آمین۔

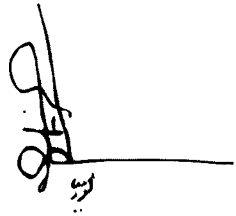

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 4:00 بمقام 35-X فیز III ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

رابطہ نمبر : 4300199 - 0333 - 7726702 - 042

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ درس حدیث ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اِسلام میں بیت المال صرف مرکز میں نہیں ہوتا ۔ حکومت کا مقصد رعیت کی سہولت
حضرت ابوذرؓ کے مسلک کا پسِ منظر ۔ سب صحابہؓ کا مسلک اِن کے برخلاف تھا
بیت المال سے خلیفہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کرسکتا۔علماء ایسوں کا کھانا اور تحائف نہیں لیتے تھے

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 54 سائیڈ B 20-12-1985)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وا صحابہ اجمعین امابعد !

حضرتِ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا مسلک ذکر ہورہا تھا کہ اُن کے نزدیک روپیہ پیسہ اپنے پاس رکھنا ٹھیک نہیں تھا اِس کو وہ منع بھی کرتے تھے چاہے زکوٰۃ بھی دے دی گئی ہو پھر بھی۔ اَصل میں اُن کا جو مسلک تھا وہ تو اُس میں منفرد تھے اور اِس طرح سے کیا نہیں جا سکتا عملاً سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی کسی کی فطرت ایسی بنائی ہو کہ وہ اپنے پاس جمع نہ رکھتا ہو، پیسے اُس کو جمع رکھنے سے نفرت ہو تو یہ فطرت کی بات ہوئی کہ اللہ نے اِس کی فطرت اِس طرح بنائی ہے ورنہ (عام) فطری تقاضا جو ہے وہ یہی ہے کہ انسان ضرورت کی مقدار میں تو کم ازکم اپنے پاس پیسے رکھے۔

حضرت ابوذرؓ کے مسلک کا پسِ منظر :

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واقعات بھی ایسے ہی ہوئے ہیں۔ رسول کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک دفعہ اِرشاد فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس اِتنا سونا ہو جو اُحد پہاڑ کے برابر ہو تو میں اُس کو بھی تقسیم کردوں اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تو ابو ذر رضی اللہ عنہ کو وہ بات بہت زیادہ ذہن میں رہتی تھی اور اِس بنا پر خود اپنے پاس کوئی پیسہ رہنے دیتے تھے نہ کسی اَور کے لیے ایسا کرنا گوارہ کرتے تھے۔ تو دُوسروں کو کہتے بھی رہتے تھے اور یہ قرآن پاک کی آیت جس میں آتا ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وہ لوگ جو کنز بناتے ہیں خزانہ بناتے ہیں جمع کرتے رہتے ہیں سونے اور چاندی کو وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور اُسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اُن کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ جس دن تپا کر لگایا جائے گا جہنم کی آگ میں فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ اُس سے داغا جائے گا اُن کی پیشانیوں کو اُن کے پہلوؤں کو اُن کی کمر کو ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ یہی ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ جو جمع کرتے تھے اُس کا اَب مزہ چکھو ذرا۔ یہ آیت بھی استدلال میں وہ پڑھتے تھے۔

خود نبی علیہ السلام کا اپنا عمل :

تو خود عمل رسول اللہ ﷺ کا دیکھا وہ بھی یہی تھا کہ ایک روز آپ کے پاس تھوڑا سا ٹکڑا رہ گیا تھا چاندی یا سونے کا عصر کی نماز میں خیال آیا نماز پڑھتے ہی اندر تشریف لے گئے یا نماز کا سلام پھیرتے ہی خیال آیا تو ایک دم تشریف لے گئے پھر آئے، لوگوں کو خلافِ معمول اِس طرح بعجلت جانے پر تشویش تھی تو اِرشاد فرمایا کہ میں اصل میں اِس لیے گیا تھا کہ وہ ٹکڑا رہ گیا تھا تو میرا دل نہیں چاہا کَرِھْتُہٗ کہ رات آئے اور وہ میرے پاس ہو تو عمل ایسے تھا اَزواج مطہرات کا عمل بھی ایسے ہی تھا۔ رسول اللہ ﷺ ، اَزواجِ مطہرات اِن کے عمل سامنے خود رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد سامنے، خود ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے جو فرمایا وہ اُن کے سامنے تو اِس بنا پر بالکل پسند نہیں کرتے تھے کہ میں پیسہ رکھوں اپنے پاس نہ یہ پسند کرتے تھے کہ کوئی بھی پیسہ رکھے اپنے پاس۔ یہ سونا اور چاندی جو ہے یہ گردش ہی کے لیے ہیں یہ کاروبار میں لگی رہیں اپنے یا حکومت کے پاس بیت المال میں یا کسی ضرورت مند کے کام آئے یہ نہ ہو کہ یہ جمع ہو کر پڑا رہے، جمع ہو کر پڑے رہنے کی اگر کوئی جگہ ہے تو وہ بیت المال ہے۔

بیت المال سے خلیفہ اپنی ذات پر خرچ نہیں کر سکتا :

بیت المال میں یہ نہیں ہے کہ خلیفہ اپنی ذات پر خرچ کر لے بلکہ وہ امین ہے اُس کے ذمّے اِس کا صحیح طرح صرف کرنا فرض ہے۔

غیر محتاط حکمرانوں کا کھانا اور تحائف علمائے حق ناپسند کرتے تھے :

جو لوگ اِس میں بے احتیاطی کرتے تھے اُن کے ہدایا تحائف اور اُن کے یہاں کھانا جو علمائے حقانی تھے اُنہوں نے پسند نہیں کیا تو اُن کے یہاں تو کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔

امام احمد بن حنبل ؒ کو پہلے تو حکمرانوں نے بڑا تنگ کیا اور جنہوں نے تنگ کیا جب وہ مر گئے اور اُن کے بعد جو آئے وہ بڑے عقیدت مند ہو گئے وہ اُنہیں بلاتے تھے رکھتے تھے مگر وہ اپنے ساتھ کچھ کھانے کے لیے اپنا سامان خشک لے جاتے تھے اُن کا نہیں کھاتے تھے تو بس پھر بھوکے رہتے تھے۔ ایک دفعہ لے گئے اُن کو کئی دن رکھا ایک تو خود ضعف کا زمانہ تھا بڑھاپے کا زمانہ تھا بالکل نہ کھائے ہوئے گزرا جب واپس آئے تو طبیعت خراب ہو گئی ضعف بہت ہو گیا اور علیل بھی ہو گئے۔ ایسے ہی تحائف جو بھیجتے تھے یہ لوگ تو وہ تحائف بھی نہیں رکھتے تھے کہ اِن کو یہ حق نہیں ہے یہ تصرف کرنے کا اِس طرح سے جیسے کہ اپنی ذاتی چیز ہے ذاتی طور پر کوئی ہدیہ پیش کر رہا ہے ذاتی چیز کہاں سے آئی ؟ تو یہ بالکل پسند نہیں تھا اِنہیں۔

اِسلامی حکومت میں بیت المال صرف مرکزی نہیں ہوتا :

مال جمع ہونے کے لیے بیت المال ٹھیک ہے کیونکہ وہاں ہر ضرورت مند اپنی درخواست لکھے گا اور اُس کی ضرورت پوری کرنی فوری طور پر یہ ضروری ہے اور بیت المال جو ہے صوبائی اَلگ ہوگا علاقائی بھی اَلگ ہوگا یہی نہیں کہ مرکزی ہو صرف بلکہ نیچے تک سہولت پہنچانے کے لیے کہ ضرورت مندوں کو دیر نہ لگے دُشواری نہ ہو یہ طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔

حکومت کا اَصل فائدہ :

حکومت کا اَصل میں فائدہ بھی یہی ہے کہ وہ رعایا کو سہولت دے اور اگر حکومت اپنا نفع دیکھے رعایا کو سہولت نہ دے رعایا سے ٹیکس ہی وصول کرتی رہے تو وہ حکومتِ اسلامی کا مقصد نہیں ہے بلکہ حکومت ہی کا مقصد

پورا نہیں ہو رہا ہے۔ اِنصاف فوراً ملنا چاہیے، مظلوم کی داد رَسی فوراً ہونی چاہیے نہیں ہو رہی تو یہ ظلم ہے اور حکومت نہیں کر رہی تو کیوں نہیں کر رہی؟ تو یہ ظلم ہوا جبکہ اُس کے پاس قدرت بھی ہے وسائل بھی ہیں۔ تو بیت المال ایسی چیز ہے جہاں مال رکھ سکتا ہے حکومت کے منافع کے لیے وہاں بھی خرچ کیا جائیگا کارخانے لگانے میں اور چیزیں لگانی ہیں اُن پر وہ خرچ کیا جاتا ہے وہاں وہ ٹھیک ہے۔ تو روپیہ اور پیسہ یعنی سونا اور چاندی یہ دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے گردش کے لیے بنائی ہیں تو اِن کو جمع کر کے رکھنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالکل پسند نہیں تھا۔

اِن کے برخلاف دیگر صحابہ ؓ کا مسلک :

دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ سب کے سب اِس بات پر متفق تھے کہ زکٰوۃ دینی فرض ہے زکٰوۃ کے علاوہ جو مال ہے وہ رکھا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوذر ؓ ذرائع آمدنی کے مخالف نہ تھے :

ایک ہیں ذرائع آمدنی وہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ذرائع آمدنی کو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار کرنے سے منع نہیں کیا کہ کسی کے پاس زمین بھی نہ ہو مکان بھی نہ ہو کرایہ آنے کے لیے، تجارت بھی نہ ہو کچھ بھی نہ ہو یہ اُنہوں نے نہیں کہا یہ تو پھر آدمی راہب بن جائے تارک الدنیا بن جائے گا یہ اُن کا اِرشاد نہیں تھا کہ تمام چیزیں حکومت ہی کی ہوں ذاتی ملکیت بھی نہ ہوں یہ اُن کا اِرشاد نہیں تھا اُن کا منشاء جو تھا وہ صرف نقدین کے بارے میں تھا کہ یہ سونا اور چاندی یہ جمع نہ ہوں۔ (شام میں) جناب حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے مدینہ منورہ میں یہاں جہاں دیکھا چند آدمی بیٹھے ہیں وہاں تشریف لے گئے اور اُنہیں تقریر کر دی۔ پھر لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اِن کو دیکھتے تھے اِن کے گرد جمع ہو جاتے تھے اِن سے بحث بھی نہیں کرتے تھے دیکھتے تھے اِنہیں تعجب ہی کی نظروں سے نئی بات سُنتے تھے جیسے، تو مال اُس زمانے میں ایسے تھا کہ اُس کو دینے کے لیے مصرف نہیں ملتا تھا اِن کی باتیں سنتے تھے اور جمع ہو جاتے تھے اِنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک تو میرا وہاں (شام میں) اختلاف ہوا جب اختلاف ہوا تو حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ آپ اِدھر آجایئے پھر میں اِدھر آگیا مدینہ شریف۔ اَب میرے پاس جمع ہو جاتے ہیں لوگ كَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِيْ جیسے کہ اُنہوں نے مجھے کبھی پہلے دیکھا ہی نہ ہو

حالانکہ وہ مدینہ شریف میں رہتے رہے ہیں اُن کے ساتھی بھی زندہ ہوں گے اُن کی اَولاد بھی زندہ تھی اَولاد نے بھی دیکھا ہوگا ابوذر رضی اللہ عنہ کو۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہاں قریب میں جگہ ہے سبزہ ہے وہاں پر پانی ہے آپ اُدھر چلے جائیں لوگوں سے بھی ہٹ جائیں گے آپ، تو اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے پھر یہ خود اپنی سہولت کے لیے اُدھر تشریف لے گئے۔

نبی علیہ السلام نے ایسا ہی کرنے کا حکم نہیں دیا :

یہ عمل جو ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے یہ اپنی اپنی فطرت ہوتی ہے اور کسی کسی میں ہوتی ہے دُوسرا اگر کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی دُوسروں کو مجبور نہیں کیا کہ ایسے کریں بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہاں بیمار ہوگئے حجۃ الوداع کے موقع پر، رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس تو ایک لڑکی ہے بلکہ یہ کہ کوئی نہیں ہے اَولاد لَایَرِثُنِیْ وہ کلالہ ہیں میرے وارث یعنی ماں باپ اور اَولاد کے علاوہ .... کہیں یہ بھی آتا ہے کہ اِس میں فرمایا کہ ایسی ہے چھوٹی اَولاد تو میں چاہتا ہوں کہ مال دے دُوں اُس کو تو فرمایا نہیں اُنہوں نے عرض کیا کہ آدھا دے دوں؟ تو پسند نہیں فرمایا، بس فرمایا کہ ایک تہائی کے بارے میں وصیت کرلو اِس سے زیادہ نہ کرو وصیت وَالثُّلُثُ کَبِیْرٌ یہ بھی بہت ہے اِنَّکَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَآءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَھُمْ عَالَةً یَّتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ یہ جو تمہارے بعد میں آنے والے لوگ ہیں اَولاد وغیرہ اگر یہ ایسے ہوں کہ بے نیاز ہوں مستغنی ہوں یہ بہتر ہے بہ نسبت اِس کے کہ عالہ ہوں محتاج ہوں لوگوں کے آگے پھر ہاتھ پھیلائیں یہ نہ کرو، ثلث سے زیادہ نہیں لیتے ہم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ اپیل کی کہ وہ گھر کا مال لے آئیں تو وہ آدھا لے آئے آدھا چھوڑ آئے وہ آپ نے اُن سے لیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سارا لے آئے اِن سے لیا ہے سارا مال، باقی کسی صحابی سے ایسے نہیں لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن کو ماموں فرماتے تھے ماموں ہوتے تھے ننھیالی اعتبار سے اور بہت خوش تھے اور بہت دُعائیں بھی دیں اِن کو مگر جب دینے کا وقت آیا تو فرمایا کہ سارا نہ دو فرمایا کہ اَلثُّلُثُ کَثِیْرٌ کہ تہائی بہت کافی ہے۔ اچھا تو اگر ایسا نہیں تھا تو شریعتِ مطہرہ نے پھر زکوٰۃ کیوں کی فرض؟ اگر مال جمع رکھنا بالکل تھا ہی نہیں تو زکوٰۃ کا کیا مطلب؟

شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف :

اختلاف یہ ہوا تھا کہ یہ آیت کہ روپیہ پیسہ جمع کرنے والے جو ہیں اُن کو داغا جائے گا جہنم میں یہ آیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے تھے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں تھی جنہوں نے توجیہ کی اور مال پیسہ جمع کرتے رہے زکوٰۃ بھی نہیں دیتے تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے فِيْنَا وَفِيْهِمْ ہمارے اور اُن کے سب کے بارے میں یہ ہے یہ آیت تو اُن کا مسلک یہ تھا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی عادت :

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی یہی عادت تھی یہ فطرت ہے بالکل پیسہ رکھتے ہی نہیں تھے اور جہاں سائل ملا دے دِیے۔ تو دہلی میں رہتے رہے ہیں یہ جمعیت کے دفتر میں تشریف لاتے تھے اور وہاں سے جامعہ ملیہ تشریف لے جاتے تھے تو لوگ کرایہ دیتے تھے جانتے تھے کہ پیسہ اِن کے پاس ہوتا ہی نہیں تو کرایہ دے دیتے تھے جمعیت کی طرف سے، اَب وہاں سے نکلے گلی میں سے دفتر میں سے اور کوئی مل گیا سائل تو اُس کو دے دیتے اور خود پیدل چلتے میلوں، کئی میل ہیں پانچ چھ میل تو وہاں وہ پیدل جاتے تھے۔ یہ صحیح ترین باتیں ہیں جو میں سنا رہا ہوں جیسے آپ خود اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں تو جماعت والوں نے تدبیر یہ کی کہ جس سواری میں بھیجنا ہو اُس میں خود سوار کرا کے آتے تھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر کسی کو دے دیں اور خود پیدل چلے جائیں۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ فطرت ہے کوئی آدمی کرنا چاہیے اِس طرح، نہیں کر سکتا اور وہ خود اِس کے اُلٹ کرنا چاہیں جیسے آپ کرتے ہیں وہ بھی نہیں کر سکتے تو وہ نہیں رَکھ سکتے تھے اپنے پاس پیسہ۔ مگر اِسلام نے تو وہ طریقہ رکھا ہے اعتدال والا جو سب کے لیے ہو جائے لہٰذا یہ سمجھئے آپ کہ جب کسی کے پاس روپیہ زیادہ ہو جائے اُس کی ضرورت سے اَب چاہے وہ زکوٰۃ بھی دے چکا ہو مگر جو آس پاس پڑوس میں محتاج ہیں یا اُس کے رشتہ دار ہیں اُن پر اُس کو پھر بھی خرچ کرتے ہی رہنا چاہیے یہ سوچ لے کہ میں تو زکوٰۃ دے چکا میری بلا سے تو یہ ٹھیک نہیں ہے اَخلاقی اور اِنسانی اعتبار سے بہت گری ہوئی بات ہے اِس کو خود غرضی اور بے حسی کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مال و دُنیا کی محبت سے بچائے اور صحیح معنٰی میں زُہد و تقوٰی سے نوازے، آمین۔

اِختتامی دُعاء ....

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ اِنسان کی طبعی بات ہے کہ لذیذ کھانا اور خوبصورت کپڑا اچھا معلوم ہو اور جو چیز ایسی نہ ہو اُس سے نفرت ہو خصوصاً جبکہ نفس امارہ غالب ہو مگر دو چیزوں کا خیال رکھنا اِس میں اصلاح پیدا کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ جب آیت یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا یعنی کافروں کو کہا جائے گا جبکہ وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے کہ تم نے دُنیاوی زندگی میں تمام لذتیں اُٹھا لیں اور اُن سے نفع یاب ہو چکے، اَب تمہارے لیے ہمارے ہاں کچھ حصہ لذائذ میں سے باقی نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی لذیذ چیز پیش کی جاتی تو اُس کو ہٹا دیتے تھے اور فرماتے کہ اگر میں نے استعمال کیا تو مجھ کو خوف ہے کہ کہیں قیامت میں مجھ سے یہ نہ فرمایا جائے کہ تم نے دُنیا میں اپنی لذتیں پوری کر لیں اَب تمہارے لیے یہاں کچھ نہیں۔ دوم یہ کہ قرآن مجید میں ہے وَاَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ ربہ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی (الایہ) جو شخص ڈرا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا اُس کے لیے جنت ٹھکانا ہوگا اِن دونوں آیتوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے دھیان رکھنے کی ضرورت ہے۔

☆ جب کوئی حسین صورت نظر پڑ جائے تو فوراً یہ تصور کیجیے کہ یہ ناپاک منی اور ناپاک خون حیض سے بنائی ہوئی مورت ہے اور بدن میں سیروں نجاست اِس میں بھری ہوئی ہے صبح و شام پاخانہ و پیشاب کی صورت نکلتی ہے اور مرنے کے بعد اِس کی نہایت نفرت انگیز صورت ہونے والی ہے۔ اِس واقعی بات میں ذرا غور اور دھیان برابر رکھیے اِنشاء اللہ بے چینی وغیرہ جاتی رہے گی۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی بُرائی نہیں کی اگر پسند آیا کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ دوزانو بیٹھ کر کھایا کرتے تھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور فرماتے اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ

جس طرح غلام اپنے آقا کے سامنے کھایا کرتا ہے میں اُسی طرح کھایا کرتا ہوں۔

☆ یہ بزدلی اور کم ہمتی کی بات ہے کہ اِنسان میدانِ عمل میں کودنے اور جدوجہد کرنے سے جان چرائے اور تقدیرِ الٰہی کا بہانہ بنائے۔

☆ محبتِ دین اور اہلِ دین بہت اچھی چیز ہے مگر دُوسروں کے عیوب دیکھنا اور اپنے عیوب کا محاسبہ نہ کرنا غلطی ہے۔

☆ جھوٹ بولنا اور جھوٹی مدح سرائی کرنا چھوڑ دیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اُحْثُوْا فِیْ فَمِ الْمَدَّاحِیْنَ التُّرَابَ بہت تعریف اور مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونک دو۔

☆ ایک شخص نے دُوسرے کی تعریف اُس کے سامنے کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد کَسَرْتَ ظَهْرَ اَخِيْكَ تو نے اپنے بھائی کی پشت اور کمر توڑ دی۔

☆ ہم تواضع اور اِنکساری کے الفاظ اپنی زبان سے منافقانہ طریق پر لکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم ذرۂ بے مقدار ہیں ہم عاصی گناہ گار ہیں ہم سب سے بدتر ہیں، ہم ناچیز ہیں، ہم فدوی ہیں، ننگ خلائق ہیں وغیرہ وغیرہ مگر ہم کو اگر کوئی شخص جاہل یا بددین یا گدھا یا کتا یا سور یا بے ایمان یا منافق یا بدمعاش یا چور یا جھوٹا وغیرہ کہہ دیتا ہے تو ہمارے غصہ کا پارہ اِس قدر چڑھ جاتا ہے کہ مارنے اور مرنے بلکہ اِس سے بھی تجاوز کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، کیا سب جھوٹ اور نفاق نہیں ہے۔

☆ دیہات اور قصبات کی لڑکی سے شادی کیجئے، شہر کی اور امیروں کی لڑکیاں آرام نہیں پہنچائیں گی۔

☆ لوگوں اور بالخصوص پڑوسیوں کے ساتھ خوش کلامی اور خوش معاملگی کا برتاؤ رکھیے۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں کہ وہ حافظِ قرآن جس نے اِس کو بخوبی یاد کیا تھا اور اُس پر عمل کرتا تھا اُس کی شفاعت اُس کے خاندان کے ایسے دس آدمیوں کے لیے منظور کی جائے گی جو کہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخی ہو چکے ہوں گے۔ اُس کی شفاعت کی وجہ سے وہ دوزخ سے نکال دیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ یہ حدیث نہایت صحیح اور قوی ہے۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۶

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی ؎۱ کے درمیان خط و کتابت

حکیم فیض عالم صدیقی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم فیض عالم صدیقی محلّہ مستریاں جہلم ۵ رنومبر ۷۶ء

مکرمی مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم دارالعلوم جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور

السلام علیکم ! راقم الحروف نے ۹ راگست ۷۶ء کو '' اَنَامَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا '' کے متعلق

؎۱ حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرام ؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظام ؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

بذریعہ رجسٹرڈ خط عرض کیا تھا کہ آپ نے خدام القرآن کی قرآن کانفرنس میں اپنے مقالہ میں بغیر کسی سیاق وسباق کے اِن کلمات کو بطورِ حدیث پیش فرمایا ہے۔ مجھے مطلع فرمائیے کہ اِن الفاظ کا روایات کے سلسلہ میں کیا مقام ہے اور ساتھ ہی عرض کیا تھا :

ا۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اگر چہ ترمذی نے اِسے روایت کیا ہے۔ تاہم یہ موضوعات میں شمار کی جاتی ہے۔ اِس کے جملہ طرق موضوع ہیں اور اِس کا متن خود اِس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ جب نبی علیہ السلام کی ذات علم کا شہر ہوئی اور اُس کا دروازہ صرف ایک علیؓ ہوا۔ تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور کے اقوال و اِرشادات کے مبلغ صرف علیؓ ہوئے۔ اِس سے دینِ اسلام کا فساد لازم آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ راویانِ حدیث میں سیدنا علیؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔

۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں : فَعُلِمَ اَنَّ الْحَدِیْثَ اِنَّمَا اِفْتِرَاءُ زِنْدِیْقٌ جَاهِلٌ نَطَقَهٗ مَدْحًا وَ هُوَ بِطَرِیْقِ الزَّنَادِقَةِ اِلَى الْقَدْحِ فِی الْاِسْلَامِ.

۳۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں : لَیْسَ وَجْهٌ صَحِیْحٌ.

۴۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں : وَقَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ اِنَّهٗ کِذْبٌ لَا اَصْلَ لَهٗ وَکَذَا قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَاَوْرَدَهٗ اِبْنُ الْجَوْزِیُّ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ وَاَوْفَقَهُ الذَّهَبِیُّ وَغَیْرُ ذَالِكَ وَقَالَ ابْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ هٰذَ الْحَدِیْثُ لَمْ یُثْبِتُوْهُ وَقِیْلَ اِنَّهٗ بَاطِلٌ وَقَالَ دَارُقُطْنِی غَیْرُ ثَابِتٍ (موضوعات الکبیر)

۵۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں : حدیث اَنَامَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ مِنْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مُنْکَرًا وَاَنْکَرَهُ الْبُخَارِیُّ رَأْسًا وَالْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَحِیْحٍ وَقَالَ الذَّهَبِیُّ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَقَالَ اَبُوْذُرْعَةَ کَمْ خَلْقٍ اِفْتَصَحُوْا فِیْهِ وَقَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ لَا اَصْلَ لَهٗ.

۶۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں : اَخْرَجَهُ النَّاسُ وَ فِیْ اَسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمَجْرُوْحِیْنَ وَالْمَجَاهِیْلِ. (قرۃ العینین)

۷۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں : اِس حدیث کو امام نووی علامہ ذہبی امام جزری نے مردود قرار

دیا ہے۔

اِسی عریضہ میں عرض کیا تھا کہ اِس روایت کے روایوں پر بھی جرح کی جا سکتی ہے مگر آپ جیسے عالم کے لیے مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس اِس کے صحیح ہونے کا یقیناً ثبوت ہوگا۔ برائے مہربانی اُس کی صحت کے دلائل سے مطمئن فرمائیں اگر جواب اثبات میں نہیں تو ماہنامہ میثاق میں اپنی غلطی کا اعتراف فرمائیے۔ اِس سے آپ کی شان کم نہیں ہوگی بلکہ آپ کا وقار مسلمانوں کی نظروں میں بڑھ جائے گا۔ اگر آپ کو ہر دو صورتیں پسند نہیں تو میں خود مسلمانوں کو اِس غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔

میرے اِس پہلے خط کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ ''اِس خاص حدیث کے بارے میں ہمارے اَساتذہ اِس تشریح کے قریب ہی تشریح کرتے آئے ہیں جو میں نے کی ہے۔'' پھر اُسی سانس میں آپ نے لکھ دیا کہ ''یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے۔''

میں نے دُوسرا عریضہ لکھا تو آپ نے نصف خط تو ذاتیات پر ختم کر دیا اور کام کی صرف ایک بات لکھی کہ ''اگر کوئی حدیث صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی تو کیا قابلِ احتجاج نہیں ہوتی۔'' اس خط میں دُوسری بات آپ نے یہ لکھی کہ ''نیز بلاشبہ تصوف یعنی احسان کا سب سے بڑا دروازہ حضرت علیؓ ہیں۔ چاروں طریقے بلا اِنقطاع آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں۔'' میں نے تیسرا خط لکھا تو اُس میں آپ نے متعدد کتب کے نام گنوا کر خواہ مخواہ خط کو طول دیا کام کی بات کوئی نہ تھی۔

میں نے روایتِ مذکورہ کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ کا جو حوالہ دیا تھا۔ آپ نے اُس پر بڑی تفصیل سے اِنکاری صورت میں پورا خط ختم کر دیا۔ مجھے مجبوراً چوتھے خط میں پھر آپ کو متوجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا تا حال کوئی جواب نہ ملا۔

میں بذریعہ عریضہ ہٰذا بذریعہ رجسٹری خط آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت ! ہماری اِس قسم کی علمی لغزشوں سے فریق مخالف فائدہ اُٹھا کر اپنے گندے اعتقادات بڑی چابک دستی سے سُنّی عوام کے دماغوں میں ٹھونسنے میں کامیاب ہوتا جا رہا ہے۔ ہمیں نسلی عصبیت کو خیر باد کہہ کر اَخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے میں ذرا بھر تامل نہیں کرنا چاہیے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحی کے سامنے سید محمود احمد عباسی کی کتب پیش کی گئیں۔

آپ نے عباسی صاحب کی تعریف فرمائی۔ کسی عقیدت مند نے پوچھا حضرت! عباسی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کی تحریروں کے خلاف ہے۔ تو آپ نے فرمایا میاں میں کبھی تاریخ کا طالب علم نہیں رہا۔ حق وہی ہے جو عباسی صاحب نے بیان کیا ہے۔ اصلاحی صاحب کا یہ اعلانِ حق اُن کے مقام و مرتبہ میں کئی گنا اضافہ کا موجب ہوا۔ میں یہی بات آپ کے سامنے دوہراتا ہوں۔ میری آپ سے جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ میرے پاس امانت کے طور پر محفوظ رہے گی۔ آپ اخلاقی جرأت سے کام لیجئے اور میثاق یا کسی اور مذہبی رسالہ میں اِس موضوع روایت کے متعلق جو حق ہے اُسے بیان فرمادیجئے۔ ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُسے ایک پمفلٹ کی صورت میں چند دیگر علماء کے تائیدی بیانات کے ساتھ شائع کرادُوں۔

والسلام

فیض عالم 5/11/76

(صفحہ کی پشت پر)

روایتِ مذکورہ کے متعلق قرآن کانفرنس کے بعد ایک شیعہ عالم سے تحریری گفتگو شروع ہوئی۔ اُسے تو میں نے جو کچھ لکھا شیعہ کتب سے لکھا اور وہ کسی حد تک قائل بھی ہو گیا مگر آپ نے چپ سادھ لی۔

موضوعات سے احتجاج کی صورت نے اہل سنت کو جو نقصان پہنچایا ہے اُس کے متعلق میں حقیقت مذہب شعیہ کے آخری باب قدر مشترک میں اور جناب چشتی صاحب نے میثاق کے اکتوبر نمبر میں اور ڈاکٹر عثمانی صاحب نے توحید خالص میں بالواسطہ بحث کی ہے۔ میں پندرہ دن تک جواب کا انتظار کر کے " اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" کی علمی حیثیت پر کتابچہ کتابت کے لیے دے دُوں گا۔ نامعلوم اِس کے محاکمہ میں کیا لکھا جائیگا۔

والسلام

☆☆☆

حضرتِ اقدسؒ کا جوابی خط

محترم و مکرم حکیم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا پہلا خط بھی ملا اور یہ بھی۔ اگر پمفلٹ طبع کرنے کا اِرادہ ہے تو اِس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک طرف آپ کا خط ہو اور دُوسری طرف میرا خط ہو۔ میں نے جواب میں جو جواب دیئے ہیں اُن کی عبارت

اور ترجمے بھی دیں۔ اُس کے مسودہ کی ایک نقل مجھے بھی بھیج دیں۔

پھر اُسی میں آپ کے اِس سے پہلے خط کے سوالات کا جواب بھی شامل کردُوں گا جو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے متعلق آپ نے لکھے تھے۔ اِس طرح کا پملفٹ تو مفید ہوسکتا ہے ورنہ فائدہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

حامد میاں غفرلہٗ

(جاری ہے)

بقیہ : عورتوں کے رُوحانی امراض

اَپنوں سے معاملہ نہ کرنے میں عافیت ہے :

فرمایا مشہور تو یہ ہے کہ تَعَامَلُوْا کَالْاَجَانِبِ وَتَعَاشَرُوْا کَالْاَخْوَانِ یعنی اپنوں سے معاملہ کرو اجنبیوں کی طرح اور معاشرت (برتاؤ) کرو بھائیوں کی طرح۔ لیکن چونکہ آج کل یہ مشکل ہے کہ اپنوں اور بھائیوں کے ساتھ معاملہ تو ہو مگر اجنبیوں کا سا، اِس لیے میں نے ترمیم کی ہے یعنی تَعَامَلُوْا مَعَ الْاَجَانِبِ وَتَعَاشَرُوْا مَعَ الْاَخْوَانِ یعنی اجنبیوں کے ساتھ معاملہ کرو اور اپنوں کے ساتھ معاشرت (برتاؤ) کرو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خرابی ہوتی ہے (تعلقات بگڑتے ہیں، ناانصافیاں ہوتی ہیں) اور نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔ (جاری ہے)

دُعائے صحت کی اپیل

پیرِ طریقت حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم کافی دنوں سے علیل ہیں قارئین کرام سے حضرت کی صحت کے لیے دُعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

قسط : ۱

مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت و اہمیت

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ ﴾

۴؍نومبر کو بعد اَز نمازِ مغرب خانقاہِ حامدیہ کی ہفتہ وار مجلسِ ذکر کے موقع پر ہندوستان سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی مع اپنے رُفقاءِ کرام جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، اِس مجلس کی تفصیلات گزشتہ شمارے میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ اِس شمارے میں قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہُ العزیز کا تالیف فرمودہ رِسالہ بعنوان ''مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت و اہمیت'' کو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کے تاکیدی اِیماء پر شائع کیا جا رہا ہے اور اُن کا یہ بھی اِصرار ہوا کہ اِس کے شروع میں احقر بھی کچھ سطریں ضرور تحریر کردے اگرچہ اِس رسالے میں تین اَکابر قدس اللہ اَسرارہم کی باہمی مکاتبت کے ہوتے ہوئے اِن سطروں کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔ تاہم حضرت مولانا کے حکم کی تعمیل میں عرض ہے کہ خانقاہی نظام اور مدارس کا نظام ہمیشہ سے باہم مربوط رہا ہے۔ کچھ عرصہ سے باہمی نظام کے اِنقطاع نے اَکابر رحمہم اللہ کو فکرمند کر رکھا تھا۔ والدِ گرامی حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ بھی اِس خلاء کو محسوس فرماتے ہوئے اِس کو پُر کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء۔۱۹۸۰ء میں جب حضرت رحمہ اللہ نے رائیونڈ روڈ پر جامعہ مدنیہ جدید کے لیے جگہ خرید فرمائی تو اُس کے قریب ہی خانقاہِ حامدیہ کے لیے وسیع و عریض رقبہ لے کر وقف فرمایا مگر زندگی نے وفا نہ کی قدرت کو کچھ اَور ہی منظور تھا۔ حضرت رحمہ اللہ آناً فاناً ۱۹۸۸ء میں رحلت فرما گئے مگر اُن کی مقبولِ بارگاہ دُعاؤں کے طفیل اور اَکابر رحمہم اللہ کی حسبِ خواہش مدرسہ اور خانقاہ بحمداللہ آباد اور رُوبہ ترقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے اور زیرِ نظر اکابر رحمہم اللہ کے خطوط کو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ اور اِس کی اشاعت میں کوشاں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ کو اپنے شایانِ شان اَجرِ عظیم عطاء فرمائے، آمین۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

حرفِ مخلصانہ از حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہم :

ہندوستان میں اِسلام کی نشأتِ ثانیہ اورعوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں مدارس اسلامیہ کا جوکردار رہا ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے حتّٰی کہ اِسلام دُشمن طاقتوں کواَب مدارس کا وجود ہی کھٹکنے لگا ہے چنانچہ ایک طرف اِن مدارس کوشک کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہے تو دُوسری طرف خود مسلمانوں کی صفوں میں ایسے اَفراد کواستعمال کیا جانے لگا ہے جو اِن مدارس سے عوام کو کاٹنے اُن کا علماء کرام پر جواعتماد تھا اُسے ختم کرنے اوراُن سے برگشتہ کرنے کے سلسلہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ۔

تیسری طرف یہ تلخ حقیقت بھی ہے کہ خود اہل مدارس کے دلوں سے اُن کی اِس متاعِ گراں مایہ کی قدر و قیمت نکلتی جارہی ہے، مداراس جن کے قیام کا مقصد صرف اللہ کے دین کی سر بلندی تھا عوام الناس کی صلاح وفلاح کی خاطر اکابرِ ملت رحمہم اللہ نے جن کی داغ بیل ڈالی تھی وہ اپنی مقصدیت اورافادیت کھوتے جارہے ہیں جن کا اصل سرمایہ اخلاص اورتوکل علی اللہ تھا وہ بڑی تیزی سے مادیت کے سیل رواں کی زد میں آتے جارہے ہیں، کارکنان میں اخلاص کے بجائے حب جاہ، اقتدار کی رسہ کشی، قومی سرمائے اور وقف کی اِملاک کے ساتھ بے اِحتیاطی اوراصل مقصد سے غفلت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اَساتذۂ کرام اورطلبۂ عزیز کے باہمی رشتے کمزور سے کمزورتر ہوتے جارہے ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرح ایک دُوسرے سے بے گانگی اور بے ربطی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اَساتذہ اپنی ذمّہ داری بس اتنی سمجھتے ہیں کہ ضابطہ کے مطابق اَوقاتِ تعلیم میں دَرس کا مضمون بیان فرمادیں اوربس، نہ تو طلبہ کی نگرانی کی جاتی ہے اورنہ ہی اُن کی دینی، اَخلاقی اورعملی تربیت کی طرف خاطر خواہ توجہ کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں مدارس میں رہنے والے طلبہ کی جانب سے آئے دن اسٹرائک اور پوسٹر بازیاں ہوتی رہتی ہیں اوررسمی فراغت کے بعد دین اورعلمِ دین کی خدمت کے بجائے مسلم معاشرے میں اُن کے ذریعہ شر وفساد ہی پھیلتا ہے۔

اِس کی وجہ میرے والدِ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی نظر میں مدارس کا مجالسِ ذکر سے خالی ہونا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام تو پوری کائنات کوتھامے ہوئے ہے، مدارس جو صرف قال اللّٰہ وقال الرّسول کی تعلیم وتبلیغ کے لیے قائم کیے گئے ہیں بھلا یہ پاک نام اِن کے لیے محافظ کیونکر نہ ہوگا۔(آپ بیتی ٢/٤٨٧) میں بڑے سوز ودَرد کے ساتھ لکھتے ہیں :

میرے اَکابر نور اللہ مرقدہم کے یہاں طلبہ کے آداب پر بھی خصوصی نگاہ رہتی تھی اوّل تو اُس زمانہ میں اَکابر اور اساتذۂ کرام کا احترام طلبہ کے اَندر کچھ ایسا مرکوز تھا کہ اَب وہ باتیں یاد آکر بہت ہی رنج وقلق ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کو بھی اِس کا بہت احساس تھا، اضافاتِ یومیہ حصہ ششم مطبوعہ تھانہ بھون ص ۳ پر ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ :

''فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اَکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر وبرکات موجود تھیں ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی، اُس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی مگر ایک ایسی چیز اِتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا، ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے، اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہ چیز نہیں جو اُس وقت تھی گویا جسد ہے رُوح نہیں۔ میں نے مہتمم صاحب (یعنی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ) سے کہا تھا کہ اگر اِس موجودہ حالت پر مدرسہ نے ترقی بھی کی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرکر لاش پھول جاتی ہے جو ضخامت میں ترقی ہے مگر پھولنے کے بعد وہ جس وقت پھٹے گی اہلِ محلّہ اہلِ بستی کو اُس کا تعفّن پاس نہ آنے دے گا''۔ انتہیٰ

اِن ہی حالات کی وجہ سے میرے والد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ انتہائی فکرمند رہا کرتے تھے، مدارس کی فتنوں سے حفاظت کے لیے جو چیز اُنھیں سب سے زیادہ مؤثر نظر آئی وہ مدارس میں تعلیمی نظام کی پختگی کے ساتھ ذکر اللہ کا نظام ہے، چنانچہ اِس سلسلہ میں بکثرت ذمہ دارانِ مدارس کو خطوط لکھواتے، زبانی ترغیب دیتے اور خود بنفس نفیس سفر کرکے مدارس میں خانقاہوں کا قیام عمل میں لاتے۔ آخر دَور میں تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اِس کے لیے حد درجہ بے قرار و بے چین نظر آتے تھے۔

چنانچہ دارُالعلوم دیوبند سمیت متعدد بڑے اور اہم مدارس کے ذمہ داران کو آپ نے اِس جانب متوجہ فرمایا۔ سینکڑوں اَعذار واَمراض اور انتہائی ضعف کے باوجود اپنے ملک کے مختلف علاقوں کے علاوہ ایشیاء، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے مختلف ممالک کے دَورے فرمائے اور ہر جگہ اپنے متوسلین یا جو بھی اہل اللہ یا اہلِ نسبت آپ کو نظر آئے اُن کو بٹھا کر اصلاحِ باطن کا کام سپرد فرمادیا اور ذکر اللہ کی مجالس قائم کیں اور استقامت

کے ساتھ اپنے کاموں میں لگے رہنے کی تلقین فرماتے رہے، الحمدللہ اِس کے اچھے ثمرات مرتب ہوئے اور آج ایسے کتنے مدارس ہیں جہاں تعلیم و تعلّم کے ساتھ مجالسِ ذکر بھی قائم ہیں جن کی برکت سے وہاں تعلیمِ دین کے فوائد کُھلے طور پر نظر آرہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اِس سلسلہ میں جگرسوزی و فکرمندی کی ایک اہم کڑی آپ کی وہ مکاتبت ہے جو آپ کے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہم اللہ کے مابین ہوئی حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اِن حضرات کی توجہ مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی جانب مبذول کرائی اور اِن حضرات نہ صرف اِس تجویز کی موافقت کی بلکہ اِس کو عملی جامہ بھی پہنایا اور اپنے اپنے مدارس میں باقاعدہ اِن مجالس کا انتظام فرمایا۔

اِس وقت مدارس کی عمومی صورتِ حال پھر اِس کی متقاضی ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تجویز پر پورے اہتمام سے عمل کیا جائے، اِسی مقصد سے یہ سلسلہ مکاتبت شائع کیا جارہا ہے اور حضراتِ علمائے کرام اور ذمّہ دارانِ مدارسِ اسلامیہ کی خدمت میں مخلصانہ گزارش کی جارہی ہے کہ خدارا وہ اِس تحریک کا مطالعہ بغور فرمائیں پھر اِس کے مطابق عملی قدم اُٹھانے پر سنجیدگی سے غور فرمائیں۔

اِس سلسلۂ مکاتبت میں اِس اشکال کا تشفی بخش حل بھی موجود ہے جو عام طور سے علماء کرام کو پیش آتا رہتا ہے کہ مدارس میں تو قرآنِ کریم کی مختلف اَنداز سے تعلیم ہوتی ہے، اَحادیث طیبہ پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، اُن کی فضائیں شب و روز اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے گونجتی رہتی ہیں تو پھر الگ سے باقاعدہ خانقاہی نظام کے تحت مجالسِ ذکر کے انعقاد کی کیا ضرورت؟ بلکہ بعض حضرات کو یہ کام مقصدِ قیامِ مدارس کے منافی معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے دل کی یہ ایک آواز ہے جو اِس اُمید پر لگائی جارہی ہے کہ ؎

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

خدا کرے ہماری یہ آواز صدا بصحراء ثابت نہ ہو اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کے بچے کُھچے سرمایہ کی حفاظت کے لیے کسی نہ کسی درجہ میں استعمال فرمالیں تو اُن کا ہم پر بڑا فضل اور کرم ہوگا۔

بندہ محمد طلحہ کاندھلوی

۷؍شوال المکرّم سنہ ۱۴۲۸ھ

مدارس میں مجالسِ ذکر کی ضرورت واہمیت

تمہید از حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

کراچی میں اوّلاً مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مدرسہ میں اُن کی عیادت کے لیے جانا ہوا، مفتی صاحب ضعف کی حالت میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، زکریا کو دیکھتے ہی بہت اظہارِ مسرت کیا، ایک گھنٹہ زکریا اُن کے پاس برابر کی چارپائی پر لیٹا رہا، اَحباب ناشتہ وغیرہ کرتے رہے، دو چارپائیاں برابر تھیں اور مفتی صاحب اِس طرح لیٹے تھے کہ ایک چارپائی پر یہ ناکارہ اور دُوسری پر مفتی صاحبؒ، سر دونوں کے آمنے سامنے اور پاؤں الگ الگ۔

مفتی صاحبؒ نے اپنے مدرسہ کی بہت ہی شکایات کیں، طلبہ کی طرف سے، حکومت کی طرف سے اور یہ کہ بعض طلبہ پڑھنا تو اِن کا مقصود نہیں ہوتا، غیروں کے تنخواہ دار محض فساد ڈالنے کے لیے ہمارے مدرسہ میں طالب علم بن کر داخل ہوتے ہیں مفتی صاحبؒ نے اِس کی بہت سی جزئیات بتائیں۔ زکریا نے بڑے اہتمام سے ساری گفتگو سُنی اور کہا کہ یہ اشکالات آپ ہی کے یہاں نہیں ہم سب مدارس والوں کو پیش آتے ہیں صورت میں کچھ تھوڑا بہت فرق ہو جاتا ہے، ہمارے یہاں کے اسٹرائک سنہ ۱۳۸۲ھ میں اِس کے بڑے تجربات ہوئے کہ مدارس بلکہ اسلام کے مخالف لوگوں نے بعض لوگوں کو تنخواہیں دے دے کر ہمارے اسٹرائک میں شریک کیا۔ میرے نزدیک تو اِن سب کا واحد علاج ذکر اللہ کی کثرت ہے کہ جب کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ شانہٗ کا پاک نام ساری دُنیا کو تھامے ہوئے ہے تو مدارس کی کیا حقیقت؟ اور پھر مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد میں نے اِس مضمون کو یاددہانی کے طور پر مفتی صاحبؒ کو اور مولانا بنوریؒ کو الگ الگ لکھے۔ خصوصی مضامین کے علاوہ مشترک مضمون دونوں میں یہ تھا :

مکتوب بنام مولانا یوسف بنوری و مفتی محمد شفیع رحمہما اللہ تعالیٰ

مدارس کے روز اَفزوں فتن، طلبہ کی دین سے بے رغبتی، بے توجہی اور لغویات میں اشتغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے بلکہ معدوم، بلکہ اِس لائن سے تو بعض میں تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے، ہندوستان کے

مشہور مدارس : دارُالعلوم، مظاہر علوم، شاہی مسجد مراد آباد وغیرہ کی ابتداء جن اَکابرؒ نے کی تھی وہ سلوک میں امام الائمہ تھے اُن ہی کی برکات سے یہ مدارس ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اَب تک چل رہے ہیں۔

میں اِس مضمون کو کئی سال سے اہلِ مدارس، منتظمین اور اَکابرین کی خدمت میں تحریرًا اور تقریرًا کہتا اور لکھتا رہا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات اِس کی طرف توجہ فرمائیں تو مفید اور مؤثر زیادہ ہوگا، مظاہر علوم میں تو میں کسی درجہ میں اپنے اِرادے میں کامیاب ہوں اور دارُالعلوم کے متعلق جناب الحاج حضرت قاری محمد طیب صاحب سے بارہا تقریرًا و تحریرًا عرض کر چکا ہوں اور بھی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہلِ مدارس کو متوجہ کرتا رہتا ہوں، مدارس کے روز اَفزوں فتنوں سے بہت ہی طبیعت کو کلفت پہنچتی رہتی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کی صورت صرف ذکر اللہ کی کثرت ہے، جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا تو دُنیا ختم ہو جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو اِتنی قوت ہے کہ ساری دُنیا کا وجود اِسی سے قائم ہے تو مدارس بے چارے ساری دُنیا کے مقابلہ میں دَریا کے مقابلہ میں قطرہ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو اِن کی بقاء اور تحفظ میں جتنا دخل ہوگا وہ ظاہر ہے، اَکابرؒ کے زمانہ میں ہمارے اِن جملہ مدارس میں اصحابِ نسبت و ذاکرین کی کثرت جتنی رہی ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں اور اَب اِس میں جتنی کمی ہوگئی ہے وہ بھی ظاہر ہے بلکہ اگر یوں کہوں کہ اِس پاک نام کے مخالف حیلوں اور بہانوں سے مدارس میں داخل ہوتے جا رہے ہیں تو میرے تجربہ میں غلط نہیں۔

اِس لیے میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہوا کرے، طلبہ کے ذکر کرنے کے تو ہمارے اَکابرؒ بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں لیکن منتہی طلبہ یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اَکابرینؒ سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی کچھ تعداد مدارس میں علی التبادل ضرور رہا کرے اور مدرسہ اُن کے قیام کا کوئی انتظام کر دیا کرے، مدرسہ پر طعام کا بار ڈالنا تو مجھے بھی گوارا نہیں کہ طعام کا انتظام تو مدرسہ کے اَکابر میں سے کوئی شخص ایک یا دو اپنے ذمہ لے لے یا باہر سے مخلص دوستوں میں سے کسی کو متوجہ کر کے ایک ایک ذاکر کا کھانا اُس کے حوالہ کر دے جیسا کہ اِبتداء میں مدارس کے طلبہ کا انتظام اِسی طرح ہوتا تھا۔ البتہ اہلِ مدارس اُن کے قیام کی کوئی صورت اپنے ذمہ لے لیں جو مدرسہ ہی میں ہو اور ذکر کے لیے کوئی ایسی مناسب تشکیل کریں کہ دُوسرے طلبہ کا کوئی حرج نہ ہو، نہ سونے والوں کا نہ مطالعہ کرنے والوں کا۔

جب تک اِس ناکارہ کا قیام سہارن پور میں رہا تو ایسے لوگ بکثرت رہتے تھے جو میرے مہمان ہوتے، اُن کے کھانے پینے کا انتظام تو میرے ذمّہ تھا لیکن قیام اہلِ مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے مہمان خانے میں ہوتا تھا اور وہ بدلتے سدلتے رہتے تھے، صبح کی نماز کے بعد میرے مکان پر اُن کے ذکر کا سلسلہ ایک گھنٹہ تک ضرور رہتا تھا اور میری غیبت میں سُنتا ہوں کہ عزیزی طلحہ کی کوشش سے ذاکرین کی وہ مقدار اگرچہ نہ ہو مگر بیس پچیس کی مقدار روزانہ ضرور ہو جاتی ہے، میرے سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں تو سَو سوا سَو تک پہنچ جاتی تھی اور غیبت کے زمانہ میں بھی سنتا ہوں کہ چالیس پچاس کی تعداد عصر کے بعد جمعہ کے دن ہو جاتی ہے اُن میں باہر کے جو مہمان ہوتے ہیں وہ دس بارہ تک اکثر ہو جاتے ہیں، عزیزی مولوی نصیرالدین سلمہٗ اللہ تعالیٰ اُس کو بہت جزائے خیر دے اُن کے کھانے کا انتظام میرے کتب خانہ سے کرتے رہتے ہیں۔ اِسی طرح میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں دو چار ذاکرین مسلسل ضرور رہیں کہ داخلی اور خارجی فتنوں سے بہت اَمن کی اُمید ہے ورنہ مدارس میں جو داخلی اور خارجی فتنے بڑھتے جا رہے ہیں اَکابر کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا جائے گا اِس میں اِضافہ ہی ہوگا۔

اِس ناکارہ کو نہ تحریر کی عادت نہ تقریر کی، آپ (مولانا بنوری) جیسا یا مفتی شفیع صاحب جیسا کوئی شخص میرے مافی الضمیر کو زیادہ وضاحت سے لکھتا تو شاید اہلِ مدارس کے اُوپر اِس مضمون کی اہمیت زیادہ پیدا ہو جاتی۔ اِس ناکارہ کے رسالہ فضائلِ ذکر میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''الوابل الصیب'' سے ذکر کے سو کے قریب فوائد نقل کیے گئے ہیں جن میں شیطان سے حفاظت کی بہت سی وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ شیاطینی اثر ہی سارے فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ فضائلِ ذکر سے یہ مضمون بھی اگر آں جناب سُن لیں تو میرے مضمونِ بالا کی تقویت ہوگی، اِس کے بعد میرا مضمون تو اِس قابل نہیں جو اہلِ مدارس پر کچھ اَثر انداز ہو سکے۔ آپ میری درخواست کو زوردار الفاظ میں نقل کرا کر اپنی یا میری طرف سے بھیج دیں تو شاید کسی پر اَثر ہو جائے۔ دارُالعلوم، مظاہر علوم، شاہی مسجد کے ابتدائی حالات آپ کو مجھ سے بھی زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحبِ نسبت اصحابِ ذکر کے ہاتھوں اِن کی اِبتداء ہوئی ہے۔ اِن ہی کی برکات سے یہ مدارس اَب تک چل رہے ہیں، یہ ناکارہ دُعاؤں کا بہت محتاج ہے، بالخصوص حسنِ خاتمہ کا کہ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم حبیب اللہ

۳۰ر نومبر سنہ ۱۹۷۵ء مکہ مکرمہ

جواب از مفتی محمد شفیع صاحبؒ

میرے اِس خط کے جواب میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا یہ جواب آیا

مخدومنا المحترم حضرت شیخ الحدیث صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ بالعافیہ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا کرم نامہ اِتنی جلد خلافِ وہم وگمان کے پہنچا اور بڑا تفصیلی پہنچا کہ حیرت ہوگئی مگر حقیقت یہ ہے کہ عرصۂ دراز سے آں مخدوم کے تمام ہی معاملات بالکل خرقِ عادت اور کرامات ہی کی قبیل سے نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اِن کو افاضۂ خلق اللہ کے لیے دائم و باقی رکھے۔ نظر اَب لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں رہی، گرامی نامہ بھی عزیزوں سے پڑھوا کر بار بار سُنا، دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ آپ کے ارشاداتِ عالیہ کو ذرا شرح وبسط کے ساتھ لکھ کر خوب شائع کیا جائے مگر ابھی تک طبیعت اِس قابل بھی نہیں ہوئی کہ دُوسروں کو اِملاء کرا سکوں، خدا کرے کہ ذرا قوت و ہمت پیدا ہو جائے تو یہ کام پورا کراؤں، آپ کی شفقت وعنایات تو ہمیشہ سے ہیں اِس گرامی نامہ نے تو گویا مسحور ہی کر دیا، مَتَّعَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاِفَاضَتِکُمْ .

فضائلِ ذکر کا مطلوبہ حصہ احقر نے پورا سُن لیا ہے اور ایک عنوان کے ساتھ اِس کا مضمون بھی ذہن آرہا ہے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے تو تشریح کے ساتھ ورنہ پھر خود حضرت کا گرامی نامہ بعینہٖ شائع کر دینا بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔ ایک اَمرِ عجیب ہے کہ اِس مرتبہ جب مجھے دُوسری مرتبہ دل کا دَورہ پڑا اور ہسپتال میں دو ہفتے رہنا پڑا جب وہاں سے فراغت کے بعد گھر آیا تو انتہائی ضعف کے باوجود دو باتیں بڑی قوت سے دل میں وارد ہوئیں جن کا خیال عرصہ تین سال سے تقریبًا چُھوٹا ہوا تھا۔

ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۲ھ میں مجھے پہلا دل کا دَورہ شدید ہوا تھا، اُس شفاء کے بعد بھی طبیعت میں زندگی سے ایک مایوسی تھی اور اِس کی وجہ سے دارُالعلوم کے معاملات میں یہ خیال بار بار آتا تھا کہ جب کسی اِصلاحی اَمر میں اِقدام کی ضرورت ہوئی تو نفس یہ کہتا تھا کہ اَب تو تو مر رہا ہے اَب کوئی نیا کام کرنے کا وقت نہیں، تیرے بعد جو لوگ اِس کے متکفل ہوں گے وہ خود دیکھ لیں گے اور کرلیں گے، اِس مایوسانہ خیال سے بہت سے کام رہ گئے اَب دُوسرے دورہ میں جبکہ سب ڈاکٹروں کو بھی مایوسی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے حیاتِ ثانیہ فرمادی تو بڑی قوت سے یہ خیال آیا کہ دارُالعلوم میں جو خرابیاں تجھے نظر آرہی ہیں آخری دَم تک جتنی قوت

اللہ تعالیٰ نے دی ہے اِس کی اِصلاح میں ضرور خرچ کرنا چاہیے، نتائج کی ذمّہ داری بندہ پر نہیں، اپنا کام مقدور کی حد تک ضرور کرنا چاہیے۔

اور دُوسری بات یہ ذہن میں آئی کہ میں دیکھتا ہوں کہ دارُ العلوم کے طلبہ بلکہ اَساتذہ اور تمام متعلقین میں نمازِ جماعت کی پابندی بہت کم ہوتی جارہی ہے، نماز کا اہتمام ہی گویا ذہنوں سے جارہا ہے، اِس لیے اَب میں سب مدرسین کو جمع کر کے علیحدہ اور طلبہ کو جمع کر کے علیحدہ اِس کی پابندی کے لیے کہوں گا، اِس کا پہلا قدم تو اپنے گھر سے شروع کر دیا کہ اِس معاملے میں سُست تھے، اِن کو اور سب گھر والوں کو اِس کا پابند کر دیا کہ اگر اَب سے کسی کی کوئی نماز قضاء ہوگئی تو ایک روپیہ جرمانہ کا صدقہ کرنا ہوگا اور جماعت قضا ہوگئی تو چار آنے کا۔

الحمد للہ تعالیٰ یہ نسخہ گھر میں تو کامیاب ہو گیا مگر اَبھی تک اِتنی قوت نہیں آئی کہ طلبہ و مدرسین کو جمع کر کے خطاب کروں، اُمید کر رہا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں یہ بھی ہو جائے گا اور حضرت کا گرامی نامہ وصول ہونے کے بعد سے کچھ ایسے ذاکر شاغل لوگ جن کا مجھ سے تعلق ہے اور پہلے سے یہ کہا کرتے تھے کہ ہم کچھ عرصہ دارُ العلوم میں رِہ کر ذکر و شغل کریں گے، میں اپنی بیماری اور عدمِ فرصت کا عذر کر کے دَفع کر دیتا تھا اَب الحمد للہ تعالیٰ یہ کام شروع کر دیا ہے، دُعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ کامیابی عطاء فرمائے، اپنے لڑکوں میں سے جو دو عالم ہوئے ہیں اُن دونوں کو احقر نے اِصلاحِ ظاہر و باطن اور ذکر و شغل سکھانے کے لیے ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب کے سپرد کر دیا ہے کیونکہ گھر کے اَندر یہ کام ہونا مشکل نظر آیا یہ دونوں وہاں حاضری دیتے ہیں لیکن اِبھی اتنا شغف نہیں جتنا ہونا چاہیے، تاہم کچھ کام شروع کیا ہوا ہے آپ اِن دونوں کے لیے خصوصی دُعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

بندہ محمد شفیع

۱۴/ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۵ھ جمعرات

(جاری ہے)

علم کی برکات اصلاحِ نیت پر موقوف ہیں

ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حضرت اَقدس مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ العزیز کے نواسہ حضرت مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی مدظلہم کی ماہ دسمبر میں پاکستان آمد ہوئی، اِس موقع پر ۹ ر دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ بھی تشریف لائے اپنی اِس آمد پر جامعہ مدنیہ جدید کے اساتذہ کرام اور طلباء سے مفصل خطاب فرمایا۔ ان کے قیمتی بیان کا متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيّٰتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَمَّابَعْدُ .

میرے دینی بھائیو! اِس جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علمو اور علمی سفر کے رفیقو! میں اِس جامعہ میں تیسری مرتبہ حاضر ہورہا ہوں اِس سے پہلے ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا جب یہاں طلباء نہیں تھے کام شروع ہوا تھا اور پھر گزشتہ مرتبہ حاضری ہوئی حضرت شاہ نفیس صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ اور اُس وقت طلباء سے بات بھی ہوئی اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو شفائے کاملہ عطاء فرمائے۔ اَب آپ کے سامنے اِس وقت یہ حاضری تیسری مرتبہ ہورہی ہے، میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر اَدا کرتا ہوں کہ اُس نے اِس بات کا موقع عنایت فرمایا کہ علومِ شرعیہ کے طلباء سے علومِ شرعیہ کے موضوع پر گفتگو کا موقع ملے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ کسی بڑی بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اُسے دین کی سوجھ بوجھ عطاء فرمادیتا ہے اُس کے اَندر دین کا فہم عطاء فرماتا ہے اُسے تفقُّہ کی دولت عطاء فرمادیتا ہے اور اُس کو گہرائی اور گیرائی نصیب فرماتا ہے وہ صحیح معنٰی میں دین کو سمجھتا ہے اور فرمایا کہ میرا کام تو تقسیم کرنا ہے اور اللہ کا

کام دینا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ دین عطاء فرمایا اور یہ حکم فرمایا کہ اِس دین کو تقسیم کیا جائے لوگوں تک پہنچایا جائے اِس کو منتقل کیا جائے یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اے پیغمبر! لوگوں تک وہ بات پہنچا دیجیے جو آپ کی طرف اُتاری جارہی ہے اور اگر آپ اِس کو نہیں پہنچائیں گے تو پھر اللہ کا پیغام اَدا نہیں کریں گے اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی تبلیغ اور دین کی نصرت کے ساتھ اپنی نصرت کو مربوط فرمادیا، جو بات اِس آیتِ کریمہ میں فرمائی گئی کہ بات آپ پہنچائیں گے دین لوگوں تک منتقل کریں گے تو وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یہاں عصمت وہ نہیں ہے کہ جو عِصْمَتٌ مِنَ الذُّنُوْبِ ہے۔ نبی ﷺ معصوم ہیں یعنی مَعْصُوْمٌ عَنِ الذُّنُوْبِ وَ مَعْصُوْمٌ عَنِ الْمَعَاصِیْ وَ مَعْصُوْمٌ عَنْ كُلِّ سَیِّئَةٍ ایک عصمت وہ ہے لیکن یہاں اُس عصمت کا تذکرہ نہیں فرمایا جارہا ہے یہاں لوگوں سے حفاظت کا ذکر فرمایا جارہا ہے وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فرمایا جارہا ہے مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا نہیں فرمایا جارہا۔ لہٰذا اِس آیتِ کریمہ میں جو بات اِرشاد فرمائی گئی وہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ تم اللہ کے دین کی نصرت کروگے خدا تمہاری نصرت کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں خدا تعالیٰ کی نصرت کا لازمہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے نصرت نصیب ہو اور جہاں بھی اللہ کے دین کی نصرت سے محرومی ہوگی وہاں اللہ کی نصرت سے محرومی ہوجائے گی۔

حضور ﷺ نے اَنصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے فرمایا کہ آیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَآیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ اَنصار کی محبت ایمان کی علامت ہے تو اَنصار کی محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قبیلۂ اَوس سے یا قبیلۂ خزرج سے یا قبیلۂ بنوعوف سے یا قبیلۂ بنوسالم سے محبت ہو۔ یہ محبت قبائلی نہیں ہے یہ خاندانی نہیں ہے یہ خونی نہیں ہے یہ جسمانی رِشتوں کی محبت نہیں ہے بلکہ اِس محبت کی علّت نصرت ہے۔ یہاں حکم کا جو ترتب کیا گیا ہے وہ نصرت پر کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ اِنَّ تَرَتُّبَ الْحُكْمِ عَلٰی وَصْفٍ یُّشْعِرُ بِعِلِّیَّتِهٖ لَهٗ معلوم یہ ہوا کہ اِیمان کی علامت قرار دیا گیا اُن کی محبت کو جو اُس کی علت ہے نصرتِ دین، اور نصرتِ دین نے اُن کو یہ منصب و مقام عطاء فرمایا کہ جو شخص بھی اِس علت کا حامل ہوگا اُس کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی جو بھی نَاصِرُ الدِّیْنِ لِلّٰهِ ہوگا اُس کی محبت ایمان کی علامت بن جائے گی اور اَنصار کا

اِمتیاز دین کی نصرت تھی لہٰذا اِس اِمتیاز میں جو بھی شریک ہوجائے گا جواُن کے نقشِ قدم پر ہوگا تو اُس کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ جو بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلیں گے مہاجرین کے اور اَنصار کے تو اللہ اُن کو بھی اُنہی کے ساتھ شامل فرمائے گا۔ خدا کے یہاں اِنصاف ہے اور خدا تفریق نسلوں میں نہیں کرتا اور شخصوں میں نہیں کرتا اور گوشت پوست کے ہیکل میں نہیں کرتا اُس کے یہاں جو چیز مقبول ہوتی ہے وہ اِنسان کا ایمان ہے اُس کا عمل ہے وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o سارے ہی انسان گھاٹے میں ہیں گھاٹے سے نکلتا ہی وہ شخص ہے جو صاحبِ یقین ہو جس کا عمل صحیح ہو جو حق کا داعی ہو اور جو صبر کا بھی داعی ہو یعنی حق پر جمنے کا۔

یہ صفات مطلوبہ صفات ہیں۔ اِن صفات کو پیدا کرنے کے لیے دین کی محنت ہوتی ہے دینی تربیت ہوتی ہے دینی تعلیم ہوتی ہے۔ یعنی دینی تعلیم کا نظام اِس لیے بالکل نہیں ہے کہ لوگ اَصحابِ اَلقاب بن جائیں اَصحابِ مناصب بن جائیں لوگوں کے پاس ڈگریاں ہوں سندیں ہوں ملازمتیں مل سکیں اور وہ عوام کا مرجع بن جائیں بس۔

ظاہر ہے کہ مقصود علمِ نبوی کا یہ ہرگز نہیں۔ علمِ نبوی کا وہی مقصود ہے جو بعثت کا مقصود ہے جو نبوت کا مقصود ہے اور نبوت اور بعثت کا مقصود یہ ہے کہ اِنسانیت کی اِصلاح ہو، انسانوں کو فلاح وصلاح نصیب ہو صالح فرد وجود میں آئے صالح سوسائٹی اور معاشرہ وجود میں آئے صالح نظام وجود میں آئے۔ انبیاء کرام کی بعثت اِسی لیے ہوئی لہٰذا جو اِس مقصدِ بعثت کو سامنے رکھتے ہوئے پڑھے گا اور پڑھائے گا اور دین کی دوڑ دھوپ میں لگے گا وہی درحقیقت صحیح راستے پر ہے اور جس نے بھی اِس سے ذرا بھی قدم اِدھر اُدھر ہٹایا تو بس اُس کا راستہ پھر مار دیا گیا قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْآ اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کہہ دیجیے کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ اور اللہ کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ میں روشنی میں ہوں اَندھیرے میں نہیں ہوں۔ جو میرے پیروکار ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ یہ ہے میرا سیدھا راستہ اِسی پر چلنا اور دائیں بائیں کے راستوں پر مت چلنا ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے بھٹک جاؤ گے اِس سے دُور ہوجاؤ گے لہٰذا

مقصد یت سب سے بنیادی چیز ہے اور مقصد کے تعیّن کے بعد عمل کو پھر اُس مقصد سے جڑا ہوا ہونا چاہیے۔

ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ نیت عمل کے لیے شرط کی حیثیت رکھتی ہے، عمل بغیر نیت کے گویا کہ وجود ہی میں نہیں آتا صحیح معنٰی میں۔ عمل کی جو شرعی حیثیت بنتی ہے اللہ کے یہاں اُس کا شمار ہوتا ہے اُس پر ثواب ملتا ہے اُس کا تعلق اِنسان کے اَندر کے اِرادے سے ہے۔ انسان کا جسم اگر کوئی عمل کر رہا ہے یا کوئی عمل بے ساختہ ہو رہا ہے آٹو میٹکلی ہو رہا ہے اَز خود ہو رہا ہے تو پھر وہ عمل شعوری نہیں وہ اِرادی عمل نہیں اور عمل اِرادی مقصود ہے، اِس شرط کے ساتھ اِرادہ نیک ہو عمل بھی نیک ہو نہ اِرادے کا نیک ہونا کافی نہ صرف عمل کا نیک ہونا کافی ہے۔ اِرشاد فرمایا گیا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَءَ ۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیْہِ اِس حدیث کے بارے میں ائمہ محدثین کا یہ کہنا ہے کہ یہ دین کی اَساس و بنیاد ہے ہر کتاب کو اِس سے شروع کرنا چاہیے ہر موضوع کو اِس سے شروع کرنا چاہیے تاکہ ذہن میں پہلے یہ بات آجائے کہ اِنسان سے شعوری اِسلام مطلوب ہے۔

تو اَعمال کا تعلق نیتوں سے جوڑ دیا گیا ہے اور نیت کے معنٰی صرف اِرادے کے نہیں ہیں، اِرادہ تو ہر اِنسان کرتا ہے بلکہ جاندار بھی کرتا ہے عام جاندار بھی کرتے ہیں انسان سے جو اِرادہ یہاں پر مطلوب ہے وہ اِرادہ ایمان اور احتساب سے عبارت ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ اور ایمان کا مطلب یہ ہوا کہ یقین ہو اُن تمام باتوں پر جن پر یقین کا مطالبہ ایمانیات کا پورا دائرہ، ذاتِ الٰہی یا صفاتِ الٰہی اور فرشتے انبیائے کرام اللہ کی کتابیں اور تقدیر وغیرہ وغیرہ۔ ہر وہ چیز جس کے بارے میں مطالبہ ہے ایمان و ایقان کا اُن سب پر ایمان ہو مجملاً بھی ہو اور جب ضرورت ہو تو مفصلاً بھی ہو، اور اُس کے بعد ثواب کی طلب اللہ اَجر دے یہ احتساب ہے۔ ایمان اور احتساب دونوں کے مجموعہ سے نیت وجود میں آتی ہے۔ اور نیت کسی چیز کے صرف اِرادے کا نام نہیں کہ نیت کی میں نے چار رکعت ظہر کی بس نیت ہوگئی۔ یہ زبان کے بول نیت نہیں ہیں اور محض یہ اَلفاظ یا اِن اَلفاظ کا شعور بھی نیت نہیں ہے نیت تو کیفیتِ ایمان و احتساب کا نام ہے۔

اگر نماز شروع کی گئی ہے کیفیتِ ایمان اور احتساب کے ساتھ تب نیت صحیح ہوئی اور نماز نیت کے

ساتھ ہورہی ہے اور اِس کیفیت کے ساتھ نہیں ہے بس یہ کہ میں نماز کا اِرادہ کررہا ہوں، اِس نماز پڑھنے میں اللہ سے ثواب کی اُمید ہے نہ اُس بارے میں کوئی اِحساس ہے اور نہ یہ کہ یہ نماز مجھے پاک کرے گی اور اِس نماز کے یہ فوائد ہیں کچھ بھی احساس نہیں، یہ ایک مشینی عمل ہے ایک مشینی عمل کیا جارہا ہے اگر ایک مشینی عمل ہے تو وہ نماز نہیں، کیونکہ نماز کے بھی اپنے اَوصاف ہیں ہر چیز کی کچھ خاصیتیں ہوتی ہیں ہر چیز کے کچھ اَجزاء ہوتے ہیں ہر چیز جو ہیئتِ ترکیبی رکھتی ہے اپنے مختلف عناصر سے اِس ہیئت کی تکمیل کرتی ہے تو نماز کی ایک ہیئتِ ترکیبی ہے نماز کے کچھ ظواہر ہیں نماز کے کچھ بواطن ہیں دونوں کی تکمیل سے نماز وجود میں آتی ہے، کبھی نماز ایک دھڑ ہوتی ہے اور کبھی نماز صرف رُوح ہوتی ہے اور کبھی نماز دونوں کا مجموعہ ہوتی ہے تو فرمایا گیا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ o ''صلٰوۃ'' یہاں پر اُس کی ہیکلِ ظاہری کے لیے بولا گیا اور ''خاشعون'' اُس کی ہیکلِ باطنی کے لیے بولا گیا اور جب نماز خشوع کے ساتھ ہوتی ہے یعنی اَلصَّلٰوۃُ ظَاھِرًا بِالْقِیَامِ وَالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ وَالتِّلَاوَۃِ وَغَیْرُ ذٰلِکَ یہ اُس کے اَرکان ہیں اِن اَرکان کے ساتھ صلٰوۃ وجود میں آئی اور پھر خشوع یعنی کیفیتِ باطنی بھی ایمان اور احتساب کی ہے جب یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں تو پھر وہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ پھر نماز بُرائی سے بے حیائی سے ہر بُری بات سے روک دیتی ہے یعنی انسان کو پھر تقوٰی حاصل ہوتا ہے اِنسان کا باطن طاہر ہوتا ہے انسان مُزکّٰی بن جاتا ہے انسان ربانی بن جاتا ہے یہ اُس کا فائدہ ہوتا ہے۔

اِسی طرح علمِ نبوی کا جو فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ اُس سے ربانیت حاصل ہوتی ہے تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے تعلق مع الملأ الاعلیٰ نصیب ہوتا ہے تعلق مع الانبیاء نصیب ہوتا ہے عالمِ بالا سے عالمِ غیب سے اُس کے ذریعے سے تعلق ہوتا ہے یہ دُنیا آخرت سے جڑ جاتی ہے عادت عبادت کے ساتھ مربوط ہوجاتی ہے دُنیا کے تمام ضابطے شریعت کے تحت آجاتے ہیں یہ سارے نتائج نکلتے ہیں جب واقعتًا علمِ نبوی ہو۔ فرمایا گیا وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. تُعَلِّمُوْنَ عمل ہوگیا اُستادوں کا مدرسین کا اور تَدْرُسُوْنَ عمل ہوگیا طلباء کا۔ فرمایا کہ تم پڑھتے ہو اور تم پڑھاتے ہو اِس لیے تمہیں ربانی بننا چاہیے وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ تمہیں ربانی بننا چاہیے، کیوں؟ اِس لیے بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ تم اللہ کی کتاب پڑھاتے ہو وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ اور تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو۔ تو جب اللہ کی کتاب

پڑھ رہے ہو اللہ کی کتاب پڑھا رہے ہو تو اللہ والے کیوں نہیں بن رہے ہو؟ یہ عجیب تماشا ہے پڑھاتے ہو اللہ کی کتاب اور پڑھتے ہو اللہ کی کتاب اور بنتے ہو دُنیادار۔ یہ تو ضد ہے اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب نہیں پڑھی جارہی، دیکھنے میں اللہ کی کتاب کے حروف ہیں لیکن حقیقت کچھ اَور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا اِسی لفظ کی تشریح کرتے ہوئے وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ، فرمایا کُوْنُوْا فُقَھَآءَ عُلَمَآءَ حُکَمَآءَ اِس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی سوجھ بوجھ پیدا کرو علم حاصل کرو دانشور بنو حکمت حاصل کرو، وہ حکمت جو انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہر نبی کا ذکر ہے قرآن میں کہ ہم نے اُس کو علم دیا ہم نے اُس کو حکمت دی۔ تو ربانی کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی تسبیح کے دانے گننے لگے کسی خانقاہ میں بیٹھ جائے کسی پیر سے بس مُرید ہوجائے اِس کو ربانیت نہیں کہتے۔ ربانیت دل کا ایک خاص تعلق ہے جو اللہ سے حاصل ہوتا ہے علمِ صحیح کی بنیاد پر۔ معرفت صحیح ہو عمل صحیح ہو عقیدۂ صحیحہ ہو معاملاتِ صحیحہ ہوں تب جا کر وہ وجود میں آتی ہے اور دین کا جہاں تک تعلق ہے جس کو آپ سیکھنے کے لیے آئے ہیں وہ کسی فقہ کی کتاب یا کسی حدیث کی کتاب یا کسی تفسیر کی کتاب کا ہی صرف نام نہیں ہے بلکہ دین کی تشریح بھی حضرت محمد ﷺ نے فرمادی جس وقت جبرئیلِ امین اجنبی کی شکل میں حاضر ہوئے تھے اور حضور ﷺ سے سوالات کیے تھے یَامُحَمَّدُ مَاالْاِیْمَانُ یَامُحَمَّدُ مَاالْاِسْلَامُ یَامُحَمَّدُ مَاالْاِحْسَانُ؟ تو آپ نے تینوں کے جوابات دیے تھے۔ ایمان کا تعارف فرمایا اِسلام کا تعارف فرمایا احسان کا تعارف فرمایا۔ ایمان کے تعارف کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا صحیح معنٰی میں جو علمِ کلام ہے اُس کا ذکر ہوگیا اور اسلام کے ذریعے شریعتِ حقہ شریعتِ اسلامی کا تذکرہ ہوگیا اور احسان کے ذریعے تصوف کا اور کیفیاتِ باطنی کا ذکر فرما دیا گیا اور پھر جب وہ اُٹھ کر گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ذٰلِکُمْ جِبْرَئِیْلُ اَتٰکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی اِن تینوں کے مجموعے کا نام ''دین'' ہوتا ہے۔

آدمی ایمانیات کا بھی ماہر ہو اِسلامیات کا بھی ماہر ہو احسانیات کا بھی ماہر ہو تب وہ دین کا جاننے والا ہے۔ اگر احسانیات کو جانتا ہے اسلامیات کو نہیں جانتا ہے تو اُس کے پاس ایک تہائی دین ہے اور اِسلامیات کو جانتا ہے اور ایمانیات کو نہیں جانتا تو بھی ایک تہائی دین ہے اور ایمانیات سے واقف ہے لیکن اِسلامیات سے نہیں ہے تو بھی اُس کے پاس ایک تہائی دین ہے۔ تینوں تہائیاں اُس وقت مکمل ہوں گی جب

اُس کے سامنے ایمان بھی بالکل روشن حقیقت کی طرح ہو شریعت کو بھی وہ جانتا ہو اُصول میں بھی اور فروع میں بھی اور احسان کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہو، احسان صرف سمجھنے کی چیز نہیں برتنے کی چیز ہے۔ ''ایمان'' سمجھنے کی چیز ہے اور یقین کرنے کی چیز ہے ''اِسلام'' سمجھنے کی چیز ہے اور عمل کرنے کی چیز ہے اور ''احسان'' تو کل کا کل عمل کرنے کی چیز ہے۔ ایمان اور اسلام جس نے سمجھ لیا اُسے اَب ایک خاص کیفیت پیدا کرنا ہے۔ جب پوچھا گیا حضور ﷺ سے مَاالْاِحْسَانُ؟ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ اللہ کی اِس طرح بندگی کرو کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اِس طرح بندگی کرو تَعْبُدُ اور تَعَبُّدُ کے معنٰی صرف اِصطلاحی عبادت کے نہیں ہوتے۔ اِصطلاحی عبادت نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر، تلاوت یہ اِصطلاحی عبادتیں ہیں۔ ورنہ شریعت میں اور قرآنِ پاک میں نَعْبُدُ اور اَعْبُدُ اور عبادت کا جو لفظ استعمال کیا گیا اِس سے پورا نظامِ بندگی مراد ہے اللہ کا بندہ بننا عَبْدٌ بندے کو کہتے ہیں لہٰذا ہر مسئلے میں، کھانا بندگی کے ساتھ، سونا بندگی کے ساتھ، اُٹھنا بندگی کے ساتھ، چلنا بندگی اور غلامی کی کیفیت کے ساتھ، معاملہ کرنا بندگی اور غلامی کے تصور اور عقیدے کے ساتھ۔

حضور ﷺ نے کھانے کے بارے میں فرمایا کہ اٰکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ میں اُس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اِس طرح بیٹھ کر باادب جیسے کسی مالک کے سامنے غلام بیٹھا ہوا ہو اور اُس کی نعمت استعمال کر رہا ہو، تو کھانا بھی عبادت ہے جب وہ شریعت کے مطابق کھایا جائے اور یہی نہیں بیوی کے مُنہ میں لقمہ دے رہے ہیں آپ محبت سے وہ بھی عبادت ہے اُس پر بھی اَجر ملے گا یہ بھی فرمایا آپ نے۔ گویا پوری زندگی عبادت سے عبارت ہے اگر وہ شریعت کے مطابق ہے یعنی اللہ کا یہ حکم ہے اُس کا یہ اَمر ہے اُس نے مستحب بتایا ہے اُس نے حلال کیا ہے اُس نے واجب فرمایا ہے اِس لیے کر رہا ہوں، غلام ہوں اُس کی مان رہا ہوں اُس کے خلاف نہیں کرسکتا، اُس نے اِس کو ممنوع کر دیا ہے اِس لیے اُدھر جا نہیں رہا ہوں یا اُس نے اِس چیز کو حرام کر دیا ہے اِس لیے اُسے اُٹھا نہیں رہا ہوں، یہ چیز مکروہ قرار دے دی اُس نے اِس لیے میں اُسے پسند کرتا نہیں ہوں، تو ہمہ وقت غلامی کے عالم میں ہوں، یہ بات فرمائی گئی اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ یعنی اَب جو یہ غلامی ہے یہ غلامی اِس طرح نہ ہو کہ جیسے غیبت میں ہیں آپ۔ اللہ دیکھ نہیں رہا ہے آپ اللہ کو دیکھ نہیں رہے آپ اپنے اُوپر یہ کیفیت طاری کیجیے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اللہ کی ذات کو نہیں دیکھ

رہے ہیں آپ ، لیکن اللہ کی ذات وصفات کے جلووں کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں؟ ہر ذرّے میں خدا کی قدرت ہے کہ نہیں؟ ہر پتی میں، پھول کی ہر پنکھڑی میں ، ہوا کی ہر لہر میں، پانی کے ہر قطرے میں، آسمان کے ہر ستارے اور سیّارے میں، زمین کی نباتات میں حیوانات میں انسانوں میں خدا کی قدرت نہیں ہے کیا؟

تو خدا کی قدرت کو خدا کی خلاّقی کو خدا کی عظمت کو اُس کی کبریائی کو ہم دیکھ رہے ہیں اپنی آنکھوں سے اور اللہ کے جلوے دیکھ کر گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اَثر کے ذریعے سے مؤثر کو سمجھا جاتا ہے، کلام کے ذریعے متکلم کو سمجھا جاتا ہے، فعل کے ذریعے فاعل کو سمجھا جاتا ہے، اللہ کے اَفعال چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں ، اللہ کی صنعتیں اور اللہ کی قدرتیں اُن کا مشاہدہ گویا ہمیں اللہ کا مشاہدہ کرا رہا ہے۔ تو اپنے اُوپر احسان کی اِس کیفیت کو طاری کرنا چاہیے اور جب علم شروع کریں تو پہلے ایمان اور احتساب کو تول کر دیکھ لیں کہ صحیح معنٰی میں اُس کی وہ ڈگری ہے جو ہونی چاہیے۔

حضرتِ امامِ بخاریؒ نے صحیح البخاری کا آغاز اِس حدیث سے یوں ہی نہیں فرمادیا۔ اِس حدیث کا جو انتخاب ہے بَابٌ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِس عنوان کے بعد ایک آیتِ کریمہ ذکر کی گئی اور اُس کے بعد ایک حدیث بیان کی گئی جس کا اِس باب سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں لیکن اُسی سے ابتداء کی گئی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تاکہ طلباء پہلے اپنا ذہن ٹھیک کرلیں مقصد متعین کرلیں اللہ کے ساتھ مخلصانہ تعلق قائم کرلیں نبی کے علم کے ساتھ اِخلاص پیدا کرلیں اُس کے بعد پڑھیں۔ پڑھنے کا عمل نیت کے بعد ہونا چاہیے اور جب تک نیت ٹھیک نہ ہو اُس وقت تک ٹھہرے رہیں، نماز میں اَبھی نیت پوری نہیں ہوئی ہاتھ باندھ لیں گے آپ ، اللہ اکبر کہہ لیں گے؟ پہلے آپ دیکھیں گے میری نیت بالکل صحیح ہوگئی کہ نہیں، دل کی جو سوئی ہے وہ صحیح رُخ پر آگئی کہ نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھیں گے، اگر نیت اَبھی اَدھوری ہے اور نماز شروع کردی تو نماز بے کار ہوگئی۔

تو ایسے علمِ نبوی کی نیت اَبھی کی ہی نہیں یا اَدھوری ہے تو پہلے اُسے دُرست کر لیجیے پھر داخلہ لیجیے گا مدرسہ میں، اِس سے پہلے داخلہ مت لیجیے اور اگر بغیر اُس کے داخلہ ہوگیا تھا تو پھر سے اِعادہ کیجیے، نماز پھر سے پڑھنی پڑے گی ایک رکعت پڑھ لی دو رکعت پڑھ لی وہ سب ضائع ہوگئیں دوبارہ سے نماز پڑھنی پڑے گی۔ اِسی طرح علم میں بھی جائزہ لینا چاہیے آج کل صورتِ حال یہ ہے کہ مدارس میں تعلیم حاصل کرنا بھی ایک فیشن بن

گیا ہے وہ بھی ایک رُوٹین وَرک بن گیا ہے کچھ سکولوں میں پڑھ رہے ہیں تو کچھ مدرسوں میں پڑھ رہے ہیں کچھ مسٹر بن رہے ہیں تو کچھ مُلّا بن رہے ہیں یعنی بس دو قسمیں ہیں معاشرے میں جو وجود میں آرہی ہیں۔ ایک دُھن اور ایک فکر اِس کی کہ دین کی نصرت کرنا ہے اُسے پھیلانا ہے ہر بندے تک اُس کو منتقل کرنا ہے خود اُس پر عمل کرنا ہے اُس کا پابند ہونا ہے اِس جذبے کے ساتھ اور اِس خلوص کے ساتھ پڑھنے والا جو طالب علم ہے اُس کی بات ہی کچھ اَور ہے اور اُس کے ساتھ پھر اللہ کا معاملہ بھی دُوسرا ہوتا ہے۔

بسا اَوقات طالب علم سبق نہیں سمجھتا ہے اِستعداد کمزور رہتی ہے اِس لیے کہ نیت کمزور رہتی ہے اِس لیے یہ رُکاوٹ ہو رہی ہے وہ خود اپنے لیے رُکاوٹ بنا ہوا ہے، وہ ترقی نہیں کر رہا ہے اِس لیے کہ اُس کے دماغ میں وَسوسے بھرے ہوئے ہیں گناہ بھرے ہوئے ہیں وہ گناہوں سے اپنے کو فارغ نہیں کر پا رہا ہے وہ ذہنی یکسوئی نہیں حاصل کر پا رہا ہے تو جب یکسوئی نہیں دماغ میں، تشویشات ہیں وَساوس ہیں طرح طرح کے خیالات بھرے ہوئے ہیں بے شمار مسائل ہیں خاندان کے مسائل معاشرے کے مسائل اور طرح طرح کے مسائل وہ اُلجھنیں ہیں جو دماغ میں چھائی ہوئی ہیں اور اُن کی وجہ سے انسان کے بہت سے اَعمال خلافِ شریعت بھی ہو رہے ہیں تو پھر کیسے یکسوئی حاصل ہوگی اور بغیر یکسوئی کے کیسے نیت مستحکم ہوگی؟ اور جب نیت مستحکم نہیں ہوگی تو پڑھنے پڑھانے میں کیا مزا آئے گا اور کیسے پھر دماغ کُھلے گا اور شرحِ صدر کیسے نصیب ہوگا؟ تو اللہ کی طرف پوری توجہ کر کے اللہ سے شرحِ صدر کی دُعاء کی جائے کہ اے اللہ وہ بات سمجھا دے جو تجھے پسند ہے، اپنے طور پر فیصلہ نہ کیجیے، اَبھی تو تعلیم شروع ہو رہی ہے، آپ خود مجتہد نہ بن جایئے کہ بس یہ راستہ صحیح ہے یہ مسلک صحیح ہے یوں ہے اور ایسا ہے، یہ بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔

اِس دَور کا ایک بہت بڑا فتنہ ہے کہ کچے پن میں لوگ چاہتے ہیں کہ ہم مجتہد بن جائیں، بالغ نظری دِکھاتے ہیں اور اپنی رائے پر اَڑتے ہیں اور دُوسرے کی رائے سے لڑتے ہیں یہ طالب علمانہ اَنداز نہیں ہے۔ طالب علم کو تو چاہیے بس وہ طلب میں رہے اُس کو ملتا رہے جمع کرتا رہے سوچتا رہے غور و فکر میں لگا رہے اور جو تجربہ کار ہیں پُرانے ماہر اَساتذہ ہیں اُن سے اپنے اَفکار، آراء، خیالات کی تصویب یا تغلیط کرائے کیا صحیح ہے کیا صحیح نہیں ہے؟ سمجھنے کی کوشش کرے۔ اور موجودہ حالات میں مدارس کی اور طلباء کی ذمّہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، آج دین کا اگر صحیح فہم نہیں ہوگا ناقص فہم ہوگا تو دین کو ہی نقصان پہنچے گا۔ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا

يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ ضَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ اَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ اِسلام کو تین چیزیں ڈھادیتی ہیں ایک عالم کی غلطی ہے طالب علم کی غلطی یا عالم کی غلطی غلط رائے غلط فکر غلط سوچ غلط عمل غلط مظاہرہ اِس کے بڑے زبردست اَثرات پڑے ہیں اِس سے نقصان پہنچتا ہے اور ایسے شخص کا مناظرہ کرنا بحثیں کرنا جس کے اَندر نفاق ہے ایمان نہیں ہے دلیلیں قرآن سے لے رہا ہے اور خود دل کے اَندر اُس کے ایمان مضبوط نہیں ہے تو ایسا آدمی قرآن ہی کو ڈھا کر رکھ دیتا ہے اور تیسرے نمبر پر جو حکمران ہیں گمراہ کُن وہ تباہ کردیتے ہیں پورے معاشرے کو پورے ملک کو تباہ کردیتے ہیں۔

یہ جو بات فرمائی گئی حدیث میں اِسی کی ترجمانی کی تھی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ قَوْمٍ وَرُهْبَانُهَا دین کو بگاڑنے والے تین طبقے ہیں حاکم، مُلّا اور صوفی۔فرمایا یہی تین طبقے بنتے ہیں تو دُنیا سنور جاتی ہے یہی بگڑتے ہیں تو دین کو تباہ کردیتے ہیں۔ایک دُنیادار عالم شیطان سے زیادہ خطرناک بن جاتا ہے جس کے سامنے دُنیا ہے وہ دُنیا چاہتا ہے دین نہیں چاہتا دین کا لبادہ اَوڑھتا ہے لیکن دُنیا مطلوب ہے اُس کے دل میں دُنیا بنی ہوئی ہے یہ خطرناک قسم کا ڈکیت بن جاتا ہے۔ایسے ہی وہ صوفی جو دَرویشانہ لباس تو پہنے ہوئے ہے لیکن اُس کے دل میں چور چھپے ہوئے ہیں وہ عوام کا استحصال کرتا ہے۔اور رہ گئے حاکم ظالم قسم کے وہ تو قوموں کو تباہ کردیتے ہیں تو وَمَا اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ قَوْمٍ وَرُهْبَانُهَا تو کتنی خطرناک بات ہے۔

کہتے ہیں کہ نیم مُلّا خطرۂ ایمان اور نیم حکیم خطرۂ جان۔اگر نیم حکیم ہے کوئی میڈیکل کالج میں اُس نے اچھی پڑھائی نہیں پڑھی غلط دَوا دے دے گا جان جائے گی بہت بڑا نقصان ہوگا لیکن ایمان تو نہیں جائے گا تو معلوم ہوا کہ یہ مُلّا جو ایمان ختم کردیتا ہے ڈاکٹر سے زیادہ مُضر ہے، ڈاکٹر کی دَوا سے نقصان جسم کو ہوا نزلہ ٹھیک نہیں ہوا آپ کا، پیٹ ٹھیک نہیں ہوا آپ کا، دَوا غلط دے دی اُس نے تو اِس سے نقصان جسم کا ہوگیا اُسے آپ برداشت کرلیں گے اور کوئی نقصان ہوا بھی تو آخرت میں سزا نہیں پائیں گے۔لیکن یہ نیم مُلّا غلط فتوی دے گا غلط رہنمائی کرے گا غلط تقریر کرے گا غلط بات کرے گا غلط عمل کرے گا تو یہ تو ایمان کو تباہ کردے گا یہ زیادہ مُضر ہوا یا ڈاکٹر زیادہ مُضر ہوا؟ لہٰذا علم کی تکمیل کی ضرورت ہے علم ناقص نہ رہے اور جب تک علم ناقص ہو اور اَخیر اَخیر تک سمجھئے کہ میرا علم ناقص ہے تو زبان مت کھولیے علم کے نقص کا اِعتراف کیجیے میں ناقص ہوں،

تواضع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ علم کے ساتھ تواضع اللہ کو بہت پسند ہے۔ عام طور پر علم کے ساتھ تکبر پیدا ہوجاتا ہے اِنسان مغرور ہوجاتا ہے جہاں ذرا کچھ پڑھ لیں دو چار کتابیں تو بس سمجھتا ہے میرا دماغ عرشِ مُعلّٰی پر پہنچ گیا اور اِدھر اُدھر کی بڑی بڑی باتیں کرتا ہے، یہ بیماری ہے علم کے ساتھ کیونکہ علم کی بیماری اصلاً پہلے اِبلیس کو لگی تھی، تکبر اُس نے اپنے علم کی بنیاد پر کیا تھا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ سب سے بڑا فلسفی اور منطقی وہی ہے۔ اُس نے اللہ میاں سے بحث چھیڑ دی، اِس کو پیدا کیا مٹی سے اور مجھے پیدا کیا آگ سے اور کہتے ہو جھک جاؤ اِس کے سامنے، منطق پڑھانے لگا اللہ کو، ایسے ہی ہوتا ہے کہ آج بہت سے نوجوان اپنے اُستادوں اور اپنے بڑوں کو منطق پڑھانے لگتے ہیں اور یہیں سے پھر اُن کا مستقبل تباہ ہوجاتا ہے۔

تو پہلے تربیت کی فکر ہونی چاہیے تواضع کے ساتھ علم کی تحصیل میں آدمی لگا رہے اور اَدب سیکھے اور اِسی کے ساتھ ساتھ توازن سیکھے۔ بے توازنی نے بہت بڑی تباہی مچائی ہے بہت سے نوجوان ہیں جو غُصّے میں تشنج میں کوئی بھی حرکت کر بیٹھتے ہیں موقع دے دیتے ہیں باطل طاقتوں کو نقصان پہنچانے کا یا پھر ایسے ہیں جو سینما گھروں میں اور ٹی وی میں اور انٹرنیٹ میں لگے ہوئے ہیں، دو طرح کے لوگ ہیں، بیچ کے لوگ جو توازن رکھیں بیلنس رہیں معتدل ہوں صحیح طور پر سمجھیں اور صحیح طور پر سمجھائیں وہ بہت کم ہیں۔ اور جس اُمت کو بنانے کے لیے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی وہ یہی اُمت تھی فرمایا گیا وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا درمیانی اُمت معتدل اُمت بنانی مقصود تھی۔

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا سب سے بہتر جو چیز ہے وہ وسط ہے درمیانی ہے اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُ میانہ روی اختیار کرو میانہ روی اختیار کرو منزل کو پہنچو گے اور میانہ رَوی نہیں رہے گی، آدمی جو ہے بالکل آخری بات کرے ''کافر'' یا بالکل متساہل یہ طریقہ کار صحیح نہیں ہے یہ جوش صحیح نہیں ہے یہ بے ہوش کا جوش ہے اِس میں ہوش نہیں خِرد نہیں اِس میں تفقُّہ نہیں اِس میں فہمِ دین نہیں، اِسی لیے اِس کے نقصانات زیادہ اور فائدے بہت کم ہیں۔ تو اعتدال سیکھنا اور اعتدال قرآن سے بہتر کہاں ملے گا، حدیث سے بہتر کہاں ملے گا، فقہ سے بہتر کہاں ملے گا؟ وہاں سے اعتدال سیکھئے اور اُس اعتدال کو اپنی زندگی کے لیے راستہ بنانا ہے منہج کے طور پر اختیار کرنا ہے تو انشاء اللہ دیر سویر منزل حاصل ہوگی۔ اور آپ پر یہ ذمّہ داری زیادہ ہے کیونکہ آپ ایک مسلم مُلک میں ہیں اِس لیے آپ کو اِس کا زیادہ خیال کرنا ہے آپ کو اِس ملک کی ساری ذمّہ داریاں سنبھالنی تھیں آپ کا کام

صرف یہ نہیں تھا کہ آپ اُسی طرح جیسے اقلیت میں مسلمان کہیں رہتے ہیں ہندوستان میں سری لنکا میں امریکہ اور یورپ میں، اُن کا دائرۂ کار مُلّا کی دَوڑ مسجد تک بس اِتنا ہے۔ آپ کا دائرۂ کار اِتنا نہیں ہے لیکن اپنے دائرۂ کار کو بڑھانے کے لیے تفقُّہ فی الدین کی شرط پہلے ہے، جب کوئی شخص فقیہ فی الدین بنے گا تب ہی پھر وہ آگے چل سکے گا اور کاموں کو سنبھال سکے گا اور معاشرے کی اِصلاح بھی کر سکے گا، اگر فقیہ فی الدین نہیں بنے گا تو یہ بات بھی پھر نہیں ہو سکے گی۔

کم علمی کے ساتھ بہت آگے مت بڑھیے، پہلے علم کو پختہ کیجیے وہی اَساس و بنیاد ہے اور عمل اُسی پر رکھا جاتا ہے، امام بخاریؒ نے فرمایا ہے بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ کتاب العلم میں ایک عنوان ہے۔ پہلے علم جناب! بولنے سے پہلے یہ دیکھئے کہ آپ کے پاس کتنا ہے جھولی میں، کرنے سے پہلے دیکھئے کہ آپ کے پاس معرفت کتنی ہے، اِس عنوان کے تحت امام بخاریؒ نے اِسی طرف اِشارہ فرمایا کہ بھئی پہلے آپ اپنے کو تول کر دیکھئے پھر بولیے گا۔ یہ سارے حقائق بہرحال مذاکرے کے لیے ہیں آپ سے مذاکرے کا یہ موقع ملا، آپ کے سامنے کچھ باتیں عرض کی گئیں، ہم سب کے مشترک مسائل ہیں آپ بھی جس علمی خاندان سے جڑے ہوئے ہیں اُسی علمی خاندان سے میں بھی جڑا ہوا ہوں ہم سب کے بزرگ ایک ہیں اور بالخصوص ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے علمی میدان میں جو تجدید فرمائی تھی آج بھی اُسی کے سایہ تلے برصغیر کے سارے علماء اپنا سفر آگے بڑھا رہے ہیں، اِس لیے ''فکرِ ولی اللّٰہی'' کو خاص طور پر اپنا ہدف بنایئے اُس کو سامنے رکھیے اُس فکر نے بڑا اعتدال عطاء کیا تھا اور اُس فکر کو لوگ بھلائے چلے جا رہے ہیں، بس دَرسی کتابوں تک علم رہ گیا ہے، دَرسی کتابیں اِس لیے ہوتی ہیں کہ ایک ملکہ پیدا ہو جائے ایک استعداد پیدا ہو جائے اِس لیے نہیں ہوتیں کہ وہ آپ کو بالغ النظر بنا دے، اُس کے لیے تو پھر بہت بڑا میدان اور بہت مطالعہ چاہیے اُس سے پھر وہ بات حاصل ہوتی ہے یہ کتابیں ایسے ہی ہیں کہ جیسے زبان کا ایک کورس کرا دیا جاتا ہے کہ زبان بولنا آجائے لکھنا آجائے، اَب اس زبان میں جو مواد ہے وہ تو بہت زیادہ ہے لائبریریاں بھری پڑی ہوئی ہیں ایسے ہی مدرسے کا جو نصاب ہوتا ہے وہ زندگی کے لیے کافی نہیں ہوتا ہے وہ تو صرف آپ کو بتا دیتا ہے کہ بھئی یہ سڑک ہے اِس پر چلنا ہے، اَب آپ چلتے رہیے چلتے رہیے اور عمر بھر سفر کرتے رہنا ہے بس اِنہی چند باتوں پر میں اِس وقت اِکتفاء کرتا ہوں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. ☆☆☆

عورتوں کے رُوحانی اَمراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بھابھی کا غصہ اور یتیم دیور پر ظلم وزیادتی :

بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ گھر کا کوئی بزرگ مر گیا اور بڑی اَولاد کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چھوڑے۔ وہ چھوٹے بچے بڑے بھائیوں کی پرورِش میں آجاتے ہیں اور بھاوج کا اِختیار ہوتا ہے، چونکہ بچے گھر میں رہتے ہیں اِس واسطے اُن کی نگرانی وغیرہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں زیادہ رہتی ہے۔ بڑا بھائی باہر رہتا ہے اور بھاوج صاحبہ اُن سے دل کے کینے نکالتی ہیں، ہر بات پر مارنا اور بُرا بھلا کہنا، ہر چیز کو ترسانا، کھانا پیٹ بھر کر نہ دینا، کپڑے کی خبر نہ لینا اور نوکروں سے زیادہ ذلیل کر کے اُن کو رکھنا، یہ اِن کا برتاؤ رہتا ہے اور اِس پر بھی چین نہیں، بطورِ حفظِ ماتقدم خاوند سے اُلٹے شکایت کرتے رہنا، غرض ایسے خلافِ انسانیت برتاؤ رکھتی ہیں کہ جن کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔

میں مردوں کو بھی خطاب کرتا ہوں کہ یتیم بچوں کی خود بھی نگرانی رکھو، عورت کے کہنے میں ایسے نہ رہو کہ ہر بات کو سچ جان لو۔ جب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بھاوج دیوروں کے ساتھ مغائرت (غیریت) کا تعلق رکھتی ہے تو اِس کی شکایتوں کا کیا اعتبار۔ میں تو کہتا ہوں کہ ایسے موقعوں پر مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کو سنادیں کہ تم سچ بھی کہتی ہو تو بھی ہم جھوٹ سمجھیں گے۔ میں سب مردوں کو نہیں کہتا کہ بہت سے مرد ایسے بھی ہیں جو واقعی مرد ہیں اور ایسے موقع پر پوری عقل سے کام لیتے ہیں اور اِس ساتھ رہنے کو بھیڑیے بکری کا ساتھ سمجھتے ہیں جہاں بھیڑیا بکری اکٹھے ہوں گے وہاں بھیڑیے کی طرف سے بکری کے ساتھ ایذاء (تکلیف) رسانی ہی ہوگی کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ بھیڑیا بکری کی طرفداری یا اُس پر رحم کرے گا۔

عورت کے کہنے سے بھائیوں کو نہ ستاؤ، کسی نے خوب کہا کہ یتیم بچہ زندہ میں شمار ہی نہیں ہوتا اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی مر گیا۔ پھر مرے ہوئے کو مارنا کیا جوانمردی ہے۔ اگر حد سے زیادہ دِلداری کرو گے تب بھی اُس کا دل زندہ نہیں ہو سکتا، یتیم کی صورت میں مُردنی چھائی ہوئی ہوتی ہے، دو بچوں کو برابر بٹھاؤ جن

میں سے ایک یتیم ہو اور دُوسرا یتیم نہ ہو اور ایک چیز دونوں کے سامنے رَکھ دو کہ جو پہلے اُٹھالے یہ چیز اُسی کی ہے یقینِ کامل ہے کہ یتیم کا ہاتھ نہیں اُٹھے گا۔ وجہ یہی ہے کہ اُس کا دل مر چکا ہے۔

لڑائی جھگڑوں سے حفاظت کی عمدہ تدبیریں :

مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کی باتوں پر اعتماد نہ کیا کریں اور عورتوں کو بھی لازم ہے کہ مردوں سے ایسی باتیں جن سے غصہ آئے بیان نہ کیا کریں۔ جب کسی کی شکایت سنو تو یہ سوچو کہ بیان کرنے والے نے ایک بات میں دَس باتیں غلط ملائی ہوں گی۔ اگر ہم نے وہ بات اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو اگر تدارک کرتے (اور بدلہ لیتے) تو ایک بدی (بُرائی) کا بدلہ ایک کرتے اور اَب دس بدی کریں گے تو کیا انجام ہوگا؟ یہ تو ایسا ہوا کہ جیسے ہمارا کوئی ایک پیسہ کا نقصان کرے اور ہم اُس کے بدلہ میں دس پیسہ کا نقصان کر دیں۔ جب یہ مقدمہ حاکم کے پاس جائے تو گو زیادتی پہلے اُس کی تھی مگر اَب ہم ملزم ہو گئے۔

مثلاً کسی کی شکایت سُنی کہ اُس نے ہماری غیبت کی ہے اور اُس سے تم نے یہ بدلہ لیا کہ تم نے بھی غیبت کرلی تو یہ بدلہ ہو گیا اور مان لیا جائے کہ بالکل برابر سرابر کا بدلہ ہے۔ یعنی یہ برابر ہے کہ ایک غیبت اِس نے کی ایک تم نے کرلی مگر اِس کا کیا اطمینان ہے کہ یہ تمہارا بدلہ کیفیت میں بڑھا ہوا نہیں ہے یا آئندہ نہ بڑھ جائے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی طرف سے بُرائی دل میں بیٹھ جاتی ہے تو انسان اُس سے صرف زیادتی کے بدلہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا اور بدلہ لے کر اُس کی بُرائی دل سے نکل نہیں جاتی بلکہ کینہ رہ جاتا ہے یا حسد پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ اور حسد غیبت سے کیفیت (درجہ) میں بہت زیادہ بُرا ہے۔ حسد کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے کہ جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے تو یہ بُرائی جو تمہارے دل میں اِس غیبت کے مقابلہ میں پیدا ہوئی کیفیت میں زیادہ ہے کہ تمہاری اور نیکیوں کو بھی غارت کرے گی۔ یہاں قوتِ واہمہ سے کام لو اور نفس کے خلاف سوچو کہ اگر ہم اِس ایک غیبت کے بدلہ میں اِن برائیوں میں پڑ گئے تو کیسے بُرے نتیجے ہوں گے یہ خیال کر کے ذرا ڈرو۔ (غوائل الغضب)

خانگی فسادات گھریلو جھگڑے سے بچنے کی عمدہ تدبیر :

فرمایا خانگی مفسدات (گھریلو جھگڑوں) سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان (اور کئی عورتیں) ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے (باقی صفحہ ۱۸)

محرم الحرام کی فضیلت

اور

منکراتِ مروجہ کی مذمت

حضرت مولانا سید مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ

خلیفۂ اَرشد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز

اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب روزوں سے اَفضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے) (مسلم شریف)۔ اور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ اِس لیے آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: ''یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: یہ بڑا دِن ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اُس کی قوم غرق ہوئی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اِس کا روزہ بطورِ شکر کے رکھا تو ہم بھی اِس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تو ہم زیادہ حق دار ہیں موسیٰؑ کے تم سے، پھر حضور ﷺ نے اِس کا روزہ رکھا اور (دُوسروں کو) اِس کے روزہ کا حکم دیا۔ (متفق علیہ) نیز اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، میں اُمید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشورا کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے اُس سال کا (یعنی اُس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اِس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔ (مسلم شریف)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا ﷺ نے روزہ رکھا اور اُس کے روزہ کا حکم دیا تو اُنہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دن ہے جس کو یہود اور نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو تاریخ کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

اور اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزہ رکھو تم عاشورہ کا اور مخالفت کرو اِس میں یہود کی اور (وہ اِس

طرح کہ) روزہ رکھو اِس سے ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا (غرض تنہا عاشورہ کا روزہ نہ رکھو، اِس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا ملالینا چاہیے) جمع الفوائد عَنْ اَحْمَدَ وَالْبَزَّارِ بِلِیْنٍ وَاِلَیْهِ ذَهَبَ فُقَهَاءُ فَاَكْرَهُوْا اِنْفِرَادَ عَاشُوْرَاءَ بِالصَّوْمِ اور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطورِ فرضیت) رکھا جاتا تھا۔

پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورا کا روزہ) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔(جمع الفوائد عن الستة الا النسائی) اور اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر خرچ میں عاشورہ کے دن، فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر (رزق میں) تمام سال۔(رزین و بیهقی و فی المرقاة قَالَ الْعِرَاقِیُّ لَهٗ طُرُقٌ بَعْضُهَا صَحِیْحٌ وَبَعْضُهَا عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ) پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں: ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے، دُوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے۔اِس کے علاوہ اور سب باتیں جو اِس دن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اِس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے چلاتے بھی ہیں اور بعض لوگ تو تعزیہ اور عَلَم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اور اُن کے ساتھ شرک وکفر کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں واجب الترک ہیں، شریعت میں اِس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ اِن سب اُمور کی سخت ممانعت آئی ہے

تنبیہ :

بعض لوگ اِس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہوکر ذکرِ شہادت وغیرہ سناتے ہیں۔اس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہوجاتے ہیں اور بعض اہل علم بھی اِس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں۔درحقیقت یہ بھی ماتم ہے گو مہذب طریقہ سے ہے کہ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح نہیں کوٹتے ، لیکن حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. اور اِرشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرّہ کے برابر نیکی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ کے برابر بُرائی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

چونکہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاح الرسوم'' میں منکرات مروجہ کی نہایت عمدہ طریق پر تفصیل کے ساتھ اِصلاح فرمائی ہے، اِس واسطے اصلاح الرسوم باب سوم کی

فصل سوم سے عشرۂ محرم کی رسومِ قبیحہ کا بیان لکھا جاتا ہے۔ یہ رسوم دو قسم کی ہیں : ایک وہ جو فی نفسہ حرام ہیں۔ دوسری وہ جو فی نفسہٖ مباح تھیں مگر فسادِ عقیدہ کے سبب حرام ہوگئیں۔ دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اوّل کے منکرات :

(۱) تعزیہ بنانا : اِس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے۔ بعض جہلاء کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اِس میں حضرت امام حسینؓ رونق افروز ہیں اور اِس وجہ سے اُس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوکر کھانا حرام ہے۔ اُس کے آگے دَست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں، اُس کی طرف پشت نہیں کرتے، اُس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اُس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اِس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ اِن معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اِس آیت کے مضمون میں داخل ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ اور طرف ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعۃً اُس کو جنگل میں لے جاکر توڑ پھوڑ برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہوگیا، واقعی جو اَمر خلافِ شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اِس کو حضرت امام عالی مقامؓ کے ساتھ نسبت ہوگئی اور اُن کا نام لگ گیا اِس لیے تعظیم کے قابل ہوگیا۔ جواب اِس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسینؓ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی اُن کا تبرک ہو۔ ہمارے نزدیک بھی وہ قابلِ تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسبابِ تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسینؓ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہیے کہ اِس کو اور زیادہ تعظیم کرنے لگو، حالانکہ بالیقین اُس کو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اُس کی سخت توہین کے درپے ہوجاؤ گے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نسبتِ کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوئی بلکہ اِس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے۔ اِس بنا پر انصاف کرلو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اِہانت کے۔

(۲) معازف و مزامیر کا بجانا : اِس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اوّل میں وہ حدیث لکھی گئی ہیں اور قطع نظر خلافِ شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف و مزامیر تو سامانِ سرور ہیں، سامانِ غم میں اِس کے کیا معنی؟ یہ تو درپردہ خوشی منانا ہے۔ ع برچنیں دعوائے اُلفت آفریں

(۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا : اِس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ نا گفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا : اِس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اور اُس کی طرف کان لگانے والے کو۔ (ابوداؤد)

(۵) مرثیہ پڑھنا : اِس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔

(۶) اَکثر موضوع روایت پڑھنا : اِس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) اِن ایام میں قصداً زینت ترک کرنا : جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اِس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دُوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے باقی حرام، سو اَب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہارِ غم کرنا : ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصینؓ سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اُتار کر صرف کُرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔ آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو؟ میرا تو یہ اِرادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جاویں۔ پس فوراً اُن لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اظہارِ غم کے لیے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسینؓ کا فقیر بناتے ہیں اور اُن سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں، اِس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اِس عمل کو اِس کی طویل حیات میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے کہ بھیک مانگنا بلا اِضطرار حرام ہے۔

(۱۰) حضراتِ اہل بیتؓ کی اِہانت بر سر بازار کرتے ہیں، اگر ایام عذر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اِس طرح علی الاعلان گائے جاویں، اُس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیض و غضب آئے گا۔ پھر سخت افسوس ہے کہ حضرات اہل بیتؓ کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے۔

اور اِس طرح کے بہت سے اُمور قبیحہ ہیں جو اِن دنوں میں کیے جاتے ہیں اُن کا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اور یہی تمام ترفضیحتیں پھر چہلم کو دُہرائی جاتی ہیں۔

قسم دوم کے منکرات :

(۱) کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکانا اَحباب یا مساکین کو دینا اور اِس کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دینا، اِس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اِس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے، اللہ تعالیٰ سال بھر تک اُس پر وسعت فرماتے ہیں۔ وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا جدا یا ملا کر کھچڑا میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اِس لیے وہ اِس وسعت میں داخل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ دُرمختار میں ہے وَلَا بَأْسَ بِالْمُعْتَادِ خَلَطًا وَّيُوَجِّهُ جب اہل وعیال کو دیا کچھ غریب غرباء کو بھی دے دیا۔ حضرت امامین (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کو بھی ثواب بخش دیا۔ مگر چونکہ لوگوں نے اِس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کرلی ہے گویا خود اِس کو ایک تہوار قرار دے دیا ہے اِس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔ بلا پابندی اگر اِس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) شربت پلانا : یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا، کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا؟ مگر وہی رسم کی پابندی اِس میں بھی ہے اور اِس کے علاوہ اِس میں اہل رِفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اس لیے یہ بھی قابل ترک ہے۔ تیسرے اِس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اِس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے، اِس لیے اِس کو تجویز کیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلافِ قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے، کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکینِ عطش کا خاصہ ہے۔ پھر یہ بھی اِس سے لازم آتا ہے کہ اُن کے زعم میں اَب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں، یہ کس قدر بے اَدبی ہے۔ اِن مفاسد کی وجہ سے اِس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا : یہ بھی فی نفسہٖ چند روایات کا ذکر کردینا ہے۔ اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کردینا فی ذاتہٖ جائز تھا مگر اِس میں یہ خرابیاں عارض ہوگئیں :

(الف) مقصود اِس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے، اِس میں صریح مقابلہ شریعتِ مطہرہ ہے کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر مقصود ہے اور تعزیت سے یہی مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے، اِس لیے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں۔ البتہ غلبۂ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اِس میں گناہ نہیں۔

(ب) لوگوں کو اِسی لیے بلایا جاتا ہے اور ایسے اُمور کے لیے تداعی واہتمام خود ممنوع ہے۔

(ج) اِس میں مشابہت اہل رِفض کے ساتھ بھی ہے، اِس لیے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اِس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے۔ چنانچہ مطالب المؤمنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعدِ شرعیہ بھی اِس کے مشاہد ہیں اور یہ تو اُس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہواور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحۂ حرام ہو جیسا کہ غالب اِس وقت میں ایسا ہی ہے تو اُس کا ''حرام'' ہونا ظاہر ہے اور اِس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں جا کر شریک ہونا بیان سننے کے لیے یا ایک پیالہ فرینی اور دونان کے لیے۔

'' اِصلاح الرسوم '' کا مضمون ختم ہوا۔ اَب '' زوالُ السنۃ '' سے بعض رسومِ قبیحہ کی مذمت نقل کی جاتی ہے :

(۱) بعض لوگ اُس بچے کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہو، یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

(۲) بعض لوگ اِن ایام میں شادی کو برا سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ بھی باطل ہے۔

(۳) بعض جگہ اِن ایام میں کُٹکہ، دَھنیا، مصالح تقسیم کرتے ہیں، یہ بھی واجب الترک ہے۔

(۴) بعض شہروں میں اِس تاریخ کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور اُن کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اُوپر کھڑے ہو کر پھینکتے ہیں جس سے کچھ تو لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہیں اور اکثر زمین پر گر کر پَیروں میں رَوندی جاتی ہیں جس سے رزق کی بے اَدبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے۔ حدیث شریف میں اکرامِ رزق کا حکم اور اُس کی بے احترامی سے وبال سلبِ رزق آیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور رزق برباد مت کرو (اور بے اَدبی کے علاوہ بدعت اور ریا وغیرہ کا گناہ بھی اِس رسم میں موجود ہے)۔ (ماخوذ از: بارہ مہینوں کے فضائل واحکام)

قسط : ۲۴

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

(۷۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ تْ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُہٗ خَادِمًا فَقَالَ اَلَآ اَدُلُّکِ عَلٰی مَا ھُوَ خَیْرٌ مِّنْ خَادِمٍ یُسَبِّحِیْنَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَ تُحَمِّدِیْنَ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَتُکَبِّرِیْنَ اللّٰہَ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِیْنَ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ وَّ عِنْدَ مَنَامِکِ.(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں ایک خادم طلب کرنے کو حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا کیا میں تجھے نہ بتلا دوں وہ چیز جو کہ بہتر ہے خادم سے (اور وہ یہ ہے) ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت (رات کو) سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

حضورِ اقدس ﷺ کی یہ تعلیم تھی کہ ہر صورت میں خدا کے نام سے مدد طلب کی جاوے تاکہ توحیدِ خالص دل میں جاگزیں ہو اور خالق ہی کی طرف توجہ ہو اور توکل خوب دل میں جگہ کر لے۔ اللہ کا نام بڑی برکت والا ہے، یہ دُعاء تھکن دُور ہونے کے لیے نافع ہے۔

(۷۳) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ فَاطِمَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ تَشْکُوْا اِلَیْہِ مَاتَلْقٰی فِیْ یَدِھَا مِنَ الرَّحٰی وَبَلَغَھَا اَنَّہٗ جَآءَ ہٗ رَقِیْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْہُ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لِعَائِشَۃَ فَلَمَّا جَآءَ اَخْبَرَتْہُ عَائِشَۃُ قَالَا فَجَآئَنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَھَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰی مَکَانِکُمَا فَجَآءَ فَقَعَدَ بَیْنِیْ وَبَیْنَھَا حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمِہٖ عَلٰی بَطْنِیْ فَقَالَ اَلَآ اَدُلُّکُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَکُمَا

فَسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَحَمِّدَا ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ وَکَبِّرَا اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِیْنَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ . (اخرجہ الشیخانؒ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ حاضر ہوئیں حضور ﷺ کی خدمت میں تا کہ آپ سے حال بیان کریں اُس مشقت کا جو اُن کے ہاتھوں کو پہنچتی ہے چکی سے (یعنی چکی پیسنے سے سخت کلفت ہوتی تھی) اور اُن کو یہ خبر پہنچی تھی کہ حضور ﷺ کے پاس ایک غلام آیا ہے (بذریعہ جہاد) پس آپ نے حضور ﷺ کو نہ پایا اور یہ حال حضرت عائشہؓ سے عرض کیا پھر جب حضورِ اقدس ﷺ تشریف لائے آپ کو اِس بات کی حضرت عائشہؓ نے خبر دی۔ فرمایا حضرت علیؓ نے کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنی خواب گاہ پر جا چکے تھے (یعنی سونے کے لیے لیٹ گئے تھے) پس ہم کھڑے ہونے لگے تو فرمایا اپنی جگہ رہو تم دونوں (یعنی کھڑے نہ ہو) پھر آئے آپ اور بیٹھے میرے اور فاطمہؓ کے درمیان یہاں تک کہ میں نے آپ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک پائی اپنے پیٹ پر، پھر فرمایا کیا نہ اطلاع دوں میں تم کو اُس چیز کی جو تم دونوں کے سوال (خادم) سے بہتر ہے (اور وہ یہ ہے کہ) جب سونے کو لیٹو تو تم دونوں تینتیس بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو اور الحمد للہ تینتیس بار پڑھ لیا کرو اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو سو یہ بہتر ہے تم دنوں کے لیے خادم سے۔

اور خیر متین میں کہا ہے کہ سوتے وقت صحیح یہ ہے کہ یہ وظیفہ اِس طرح پڑھے کہ اوّل اللہ اکبر چونتیس بار پھر سبحان اللہ تینتیس بار اور اِس کے بعد الحمد للہ تینتیس بار پڑھے۔ دُنیا کی مشقت ہر طرح حضرت سیّدہؓ گوارا فرماتی تھیں اور جناب رسولِ مقبول ﷺ زُہد کی تعلیم دیتے تھے کیسی اچھی سمجھ کی مقدس بیوی تھیں کہ ذرا بھی نصیحت اور دینی مسئلہ قبول کرنے میں عذر نہ تھا گو خادم سے خدمت لینا خصوصاً ایسی مشقت اور کلفت کی حالت میں کہ دستِ مبارک کو سخت گراں گزرتا تھا کچھ گناہ نہیں مگر وہاں تو دُنیا کو مثل سرائے مسافر خیال کرتے تھے یہاں کی مشقت کی طرف کچھ توجہ نہ تھی، آخرت کی راحت آنکھوں کے سامنے مثلِ آفتاب نظر آتی تھی، اُس راحت کی اُمید اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کے خیال سے مشقتیں آسان ہو جاتی تھیں۔

اَربعین میں ہے کہ ایک پارسا عورت کے ایک بار ٹھوکر لگی جس کے صدمے سے پاؤں کا ناخن کٹ کر گر گیا اِس تکلیف پر بجائے آہ یا ہائے اور واویلا کرنے کے اُس نیکو کار عورت نے خوشی ظاہر کی، لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا کچھ تکلیف معلوم نہ ہوئی ؟ جواب دیا کہ اِس پر جو ثواب ملنے والا ہے اُس کے شیریں مزہ نے کلفت کی کڑواہٹ کو چاٹ لیا۔ جو شخص سچے دل سے اِس کا یقین کیے ہوئے ہے کہ دُنیا کی ہر تکلیف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عنایت ہوگا اور اِس قدر ثواب ملے گا جس کے مقابلے میں اِس عارضی چند روزہ مشقت کی کچھ حقیقت ہی نہیں تو وہ کلفتوں پر کیوں نہ خوش ہوگا۔ لوگو ہر مصیبت اور راحت میں اللہ کی طرف دل لگایا کرو خدا کے پاس سب کچھ ہے اور وہ اُس کی تابعداری ہی سے میسر آسکتا ہے، جو اللہ کا ہو رہا خدا اُس کا ہو گیا، وہ کریم ورحیم کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا جب ایسا عمل کرو گے دارین میں راحت سے رہو گے۔ دیکھو حضور سرورِ عالم ﷺ نے مشقت کے دفع کرنے کو خدا کا نام تعلیم کیا تاکہ ثواب بھی ہو اور اُس پیارے نام کی برکت سے تھکن اور مشقت بھی ناگوار نہ ہو، اگر خادم مرحمت فرمادیتے تو فقط کلفت دفع ہوجاتی اَصلی مقصود ثواب کہاں میسر ہوتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے جب ترکِ دُنیا کر کے زُہد اختیار کیا اور اہلِ تصوف کی صحبت کی برکت سے عاشقِ الٰہی ہوگئے، دُنیا میں طرح طرح کے مصائب اور امتحانات برداشت کیے، اللہ نے مقبول کرلیا دُنیا میں بھی اطمینان مرحمت فرمایا اور آپ کی کتابوں سے بہت بڑا فیض اَصلی مقصود کا اَب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا، دُنیا میں بھی بڑی عزت آپ کو حاصل ہوئی۔ اور ایک بزرگ نے خواب میں حضرت سرورِ عالم ﷺ سے حضرت امام ممدوح کا حال دریافت کیا بعد وفات امام صاحب کے۔ تو حضور ﷺ نے جواب دیا ذٰلِكَ رَجُلٌ وَصَلَ اِلٰی مَقْصُوْدِہٖ اَوْ كَمَا قَالَ یعنی وہ ایک مرد ہے کہ اپنے مقصود کو پہنچ گیا۔ اللہ بڑا قدردان ہے اپنے غلاموں کی خدمت ضائع نہیں کرتا۔

وفیات

۳۰ ردسمبر کو لاہور میں الحاج القاری الحافظ محمد رفیع صاحب کئی برس کی طویل علالت کے بعد ۸۰ برس کی عمر پا کر رِحلت فرما گئے۔ قاری صاحب مدرسہ تجوید القرآن کے سابق مہتمم تھے، بہت با صلاحیت اور خلیق انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

گزشتہ ماہ کے آخر میں جناب تہور بٹ صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔

جناب حافظ معین الدین صاحب ۲۷ ردسمبر کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا محمد طاہر صاحب کی والدہ صاحبہ ٹرین کی زد میں آکر جاں بحق ہوگئیں۔ الٰہی گجر صاحب بھی مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور سب کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

قبیلہ بنوتمیم کی تین خاص خوبیوں کا ذکر :

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ مَازِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ فِیْھِمْ سَمِعْتُہ، یَقُوْلُ ھُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَ تْ صَدَقَاتُھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھٰذِہٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَکَانَتْ سَبِیَّةٌ مِّنْھُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِیْھَا فَاِنَّھَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ.

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰة ص ۵۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنوتمیم کو اُس وقت سے ہمیشہ عزیز اور دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے اُن کی تین خاص خوبیوں کا ذکر رسولِ کریم ﷺ سے سُنا ہے (چنانچہ اُن کی پہلی خوبی کے بارہ میں) آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت میں سے بنوتمیم ہی وہ لوگ ہوں گے جو دجال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سخت اور بھاری ثابت ہوں گے، حضرت ابوہریرہؓ نے (اُن کی دُوسری خوبی کے بارہ میں یہ) بیان کیا کہ (ایک مرتبہ بنوتمیم کی طرف سے) صدقات (یعنی زکوٰة کے مال، مویشی وغیرہ) آئے تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ہماری قوم کی طرف سے آئے ہوئے صدقات ہیں۔ اور (اُن کی تیسری خوبی اِس طرح ظاہر ہوئی کہ) بنوتمیم سے تعلق رکھنے والی ایک باندی حضرت عائشہؓ کے پاس تھی اُس کے بارہ میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ اِس باندی کو آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اَولاد میں سے ہے۔

ف : اِس حدیثِ پاک میں آنحضرت ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ ''بنوتمیم ہی وہ لوگ ہوں گے جو

دجال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سخت اور بھاری ثابت ہوں گے''۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب دجال لعین کا ظہور ہوگا تو بنوتمیم ہی کے لوگ سب سے زیادہ اُس کا مقابلہ کریں گے۔ وہی اِس کے توڑ میں سب سے زیادہ سعی اور کوشش کریں گے اور وہی اِس کی تردید وتغلیط میں سب سے آگے رہیں گے۔ اِس طرح اِن الفاظ میں بنوتمیم کی خصوصیت وفضیلت کا ذکر تو ہے ہی، اِسی کے ساتھ اِن الفاظ میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ بنوتمیم کی نسل کے لوگ اِسی کثرت کے ساتھ دجال کے ظہور کے زمانہ میں بھی ہوں گے۔

''یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں''۔ اِن الفاظ کے ذریعہ آپ ﷺ نے بنوتمیم کو اِس طرح شرف وفضیلت سے نوازا کہ اُن کو اپنی طرف منسوب کرکے اُن کی قوم کو اپنی قوم فرمایا۔

''یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اَولاد میں سے ہے''۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باندی بنوتمیم میں سے ہونے کی بنا پر عربی النسل ہے اور عرب چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اَولاد ہیں اِس لیے یہ باندی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اَولاد میں سے ہوئی اگرچہ یہ نسلی وصف تمام عرب کا مشترک وصف ہے بنوتمیم کے ساتھ خاص نہیں لیکن آپ ﷺ نے بنوتمیم کو ایک طرح سے فضل وشرف عطا کرنے کے لیے یہ الفاظ اِرشاد فرمائے، واللہ اعلم

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ :

عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی، فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی، وَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَدْخُلُ عَلٰی نِسَائِکَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَھُنَّ اَنْ یَّحْتَجِبْنَ فَنَزَلَتْ آیَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْغَیْرَةِ فَقُلْتُ عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ فَنَزَلَتْ کَذَالِکَ، وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ.

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۵۵۸)

حضرت انس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: تین باتوں میں میں نے اپنے پرودگار سے موافقت کی (یعنی تین باتوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم میری رائے کے مطابق نازل ہوا) پہلی بات تو یہ کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مقامِ ابراہیم کو ہم نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو بہتر ہو (یعنی طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اگر وہ مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھی جایا کریں تو زیادہ بہتر رہے گا) اِس پر یہ آیت نازل ہوگئی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (اور بنالو مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ)۔ دُوسری بات یہ کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی ازواجِ مطہرات کے سامنے نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں (یہ بات آپ کی شان و عظمت کے مناسب نہیں لگتی اِس لیے) اگر آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردہ میں رہنے کا حکم فرمادیں (تاکہ غیر محرم لوگوں کے سامنے اُن کا آنا جانا بند ہو جائے) تو بہتر ہو، اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ کی آیت نازل ہوگئی۔ اور تیسری بات یہ کہ جب نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے رشک و غیرت والے معاملہ پر اَکٹھ کرلیا تھا تو میں نے (اِن سب کو مخاطب کر کے) کہا تھا کہ اگر آنحضرت ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو آپ کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے آپ کو تم سے اچھی بیویاں دے دے گا، اِس پر میرے انہی الفاظ و مفہوم میں آیت نازل ہوگئی۔ حضرت ابن عمرؓ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تین باتوں میں میرے پروردگار کا حکم میری رائے کے مطابق نازل ہوا۔ ایک تو مقامِ ابراہیم کو نماز اَدا کرنے کی جگہ قرار دینے کے بارہ میں۔ دُوسرے ازواجِ مطہرات کے پردہ کے بارہ میں۔ اور تیسرے بدر کے قیدیوں کے بارہ میں۔

ف : مذکورہ حدیث میں تو موافقاتِ عمرؓ کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ ہے لیکن دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن مواقع کی تعداد تین سے کہیں زیادہ ہے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور مشورہ کے مطابق حکمِ الٰہی نازل ہوا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی ایک کتاب میں بیس موافقاتِ عمرؓ کا تذکرہ کیا ہے۔

قسط : ۱۳

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی ﴾

اَندھا یورپ :

عالمی یہودیت اور اُس کی خفیہ حکومت نے اپنے خوفناک ہتھیاروں، ماسونیت، بنائی برت، صہیونیت اور سامی مخالف جیسی سازشی تنظیموں اور سونے کے اُن ذخائر کے ذریعہ جن پر اُنیسویں صدی کے اواسط سے اُن کا قبضہ ہوگیا تھا، یورپ اور امریکا میں زبردست کامیابی حاصل کی اور برطانیہ فرانس امریکہ اور سوویت یونین پر اپنی خفیہ حکومت کا سکہ جاری کر دیا۔ اُنیسویں صدی گذرتے گذرتے یہودیوں نے امریکا اور یورپ کے اکثر ممالک پر اپنا شکنجہ کس لیا تھا۔

۱۔ روٹ شیلڈ کمپنی اور اپنے کروڑ پتی ساہوکاروں مائڈسن ، باروخ، فرانکفورت ، لازارد مارگنٹو، سلیگمان، چڑ اُوس اور کفلر کے ذریعہ یہودیوں نے دُنیا کے اکثر سونے کے ذخائر پر قبضہ کیا۔

۲۔ امریکا اور یورپ میں سنٹرل بنکوں کے ذریعہ سکے جاری کیے۔

۳۔ امریکا اور اکثر یورپین ممالک میں زبردست انوسٹمنٹ کے ذریعہ ریلوے نظام قیام کیا۔

۴۔ دُنیا بھر کی الماس، چاندی، پیتل، اور نکل کی کانوں پر قبضہ کیا۔

۵۔ ساسن کمپنی کے ذریعہ دُنیا میں اَفیم کی تجارت اپنے ہاتھ میں لی۔

۶۔ مخرب اخلاق فلموں کو تیار کرنے اور اُنہیں پھیلانے کے لیے فلم اِنڈسٹری کے عالمی سطح پر مالکانہ اِختیارات حاصل کیے۔

۷۔ مختلف حکومتوں کے درمیان تجارتی تبادلوں اور منافع اور کمیشن طے کرنے کے عالمی اِختیارات کا حصول۔

۸۔ اَزدواجی زندگی اور گھروں کے ماحول کو تباہ کرنے کے لیے فیشن شوز اور عریانیت کا فروغ۔

۹۔ دُنیا کے دو اہم ترین بحری راستوں ''سویز کنال'' اور ''پناما کنال'' پر اِن کی کمپنیوں کے اکثر شیئرز خرید کر قبضہ۔ ۱۸۷۹ء میں روٹ شیلڈ اور اُس کے ساتھی سلیگمان نے پناما کمپنی کے شیئرز کی خریداری کے لیے ۱۵۰ ملین ڈالر دیے تھے۔

۱۰۔ فرانس، برطانیہ، امریکا اور کناڈا میں اَناج اور دیگر غذائی سامان کی فراہمی پر کنٹرول۔

۱۱۔ امریکا، برطانیہ، فرانس اور اکثر یورپی ممالک کے بنکوں پر قبضہ، امریکا میں ۱۹۲۶ء میں اُن کی دولت کا اندازہ پانچ سو ہزار ملین ڈالر لگایا گیا تھا جس میں تین سو ہزار ملین ڈالر کی ملکیت صرف روٹ شلیڈ کی تھی جبکہ امریکا کے دیگر دولت مندوں کی ثروت کا اندازہ پچیس ہزار ملین ڈالر لگایا گیا تھا۔

۱۲۔ رُوس، اسپین، فرانس، جرمنی اور اِٹلی میں ہونے والی جنگوں اور انقلابات کی اِنہوں نے بھرپور مالی مدد کی اور دونوں عالمی جنگوں کے اخراجات میں بڑا حصہ لے کر اِنہوں نے اپنے نفع اور مفاد کا زیادہ سے زیادہ انتظام کیا۔

۱۳۔ لیگ آف نیشنز اور پھر اقوامِ متحدہ کا اپنے مقاصد و مفادات کے لیے قیام کیا۔

۱۴۔ اِنہوں نے ملیشیا، سموئیل اور ساسن خاندانوں کے توسط سے برطانیہ میں؛ مارگانٹو، برکنز، فرانکفورٹر اور باروخ کے خاندانوں کے ذریعہ امریکا میں؛ اور بلوم مانڈل زلیس، ڈینیز، زیروسکی خاندانوں کے ذریعہ فرانس میں؛ وابش ٹائن اور ہائی مین کے ذریعہ بلجیکا میں؛ زامورا، ازاناس اور روزن برگ کے ذریعہ اسپین میں؛ اور کاجونوفتش، لیٹ فینوف، کاراگنز اور روٹسکی کے ذریعہ رُوس میں تمام پارٹیوں اور حکومتوں پر اپنا قبضہ قائم رکھا، چاہے وہ کمیونسٹ ہوں یا سوشلسٹ یا ڈیموکریٹک۔

۱۵۔ اِنہوں نے صحافت، ذرائع ابلاغ، ریڈیو، سنیما گھر، ٹیلیویژن، اشاعتی اداروں، پبلک لائبریریز پریس اور ایڈورٹائزمنٹ کمپنیوں پر مضبوط گرفت قائم کی۔ اپریل ۱۸۴۶ء میں یعنی آج سے ۱۱۸ سال پہلے یہودیوں کے درمیان مسیحیت کے فروغ کی سوسائٹی نے اپنے ایک ماہانہ نشریہ میں لکھا تھا :

''یورپ کی ڈیلی سیاسی صحافت بڑی حد تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے، اگر کوئی اَدیب یا قلمکار سیاسی طاقتوں پر اثر اَنداز ہونے کے لیے یہودیوں کے راستہ میں آتا ہے تو یورپ کے اہم ترین اخبارات اُس کا سخت تعاقب کرتے ہیں۔''

بتاریخ ۲۶؍ جولائی ۱۸۷۹ء لندن کے اخبار (Graphic) نے لکھا تھا :

''یورپ کے براعظم کی صحافت بڑی حد تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔''

☆ ☆ ☆

تو آیئے اِس کا جائزہ لیں کہ کیسے یہودیوں نے اِن ممالک اور اِن کی حکومتوں پر اِس درجہ اثر ڈالا اور معاشی، سیاسی، عسکری اور ابلاغی ذرائع و وسائل پر وہ کیسے اِس درجہ قابض ہوتے چلے گئے کہ حکومتوں کی باگ ڈور اِن کے ہاتھ میں آگئی اور اِنہوں نے یورپ کو نہ صرف اَندھا غلام بنا لیا بلکہ ذلت کے ساتھ اپنے مقاصد و مفادات کے لیے اُس کی ناک میں نکیل ڈال کر اِس حد تک استعمال کیا کہ یورپ نے اِنہیں سرزمینِ فلسطین اپنی عالمی حکومت کے دارُالخلافت کے قیام کے لیے سونپ دی۔

ا۔ برطانیہ ــــــــــ یہودیوں کو برطانیہ سے بادشاہ ایڈورڈ اوّل کے دور ۱۲۹۰ء میں جلا وطن کر دیا گیا تھا لیکن وہ پھر ظالم و فاجر حاکم ''کروموویل'' کے دور میں ۱۶۵۶ء میں برطانیہ میں دوبارہ آباد ہونے میں کامیاب ہوگئے، یہ کامیابی اُنہیں اِس لیے ملی تھی کہ اُنہوں نے کروموویل کی بغاوت میں بھرپور مالی امداد کی تھی، اس مالی امداد میں سب سے بڑا حصہ ''منسہ بن اسرائیل'' اور ''موزش کاروگل'' کا تھا، اِس مرحلہ پر برطانیہ کے لیے یہودیوں کی تھیلیاں کھل گئیں تھی اور اُنہوں نے اِس مرتبہ پچھلے حالات سے سبق لیتے ہوئے اپنے استحکام کے انتظام پر پوری توجہ مبذول کی۔

یہودیوں نے اپنے اثرات قائم کرنے کے لیے مال کا بے دریغ استعمال کیا اور روٹ شیلڈ کا خاندان برطانیہ کے تمام معاملات میں دخیل ہونے کے منصوبہ بند طریقوں کے لئے زبردست مالی امداد فراہم کرتا رہا، یہ وہی خطرناک صہیونی ہے جس نے جرمنی، فرانس برطانیہ اور امریکا میں اپنا مستحکم جال پھیلانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

کروموویل نے جو رَواداری کی پالیسی اختیار کی تھی اُس کا یہودیوں نے معاشی سیاسی اور ثقافتی میدانوں میں بھرپور فائدہ اُٹھایا یہاں تک کہ اُنہیں اِس درجہ نفوذ حاصل ہوگیا کہ ملکۂ وکٹوریہ کے زمانہ میں ایک یہودی وزیر اعظم بنا، یہ ہی لارڈ بیکونس فیلڈ ہے جس نے ۱۹۷۵ء میں سویز کنال کے مصری شیئرز چرا کر برطانیہ میں ضم کر لیے تھے۔

بیسویں صدی شروع ہوتے ہوتے یہودی برطانیہ میں ایک زبردست طاقت بن چکے تھے اِنہوں نے روٹ شیلڈ اور ساسن کمپنیوں کے ذریعہ برطانیہ کی اقتصادیات، بنک، تجارتی اور صنعتی کمپنیوں پر قبضہ کرلیا تھا برطانیہ کی حدود میں سونے، الماس اور پٹیل وغیرہ کی کانوں پر بھی وہ قابض ہوگئے، انگلینڈ کے سنٹرل بنک کے جو کاغذی نوٹ جاری کرتا ہے، اکثر شیئرز اِنہوں نے خرید لیے تھے، اِسی طرح ایران، عراق اور کویت میں برطانیہ کی پیٹرول کمپنیوں کو بھی خرید لیا۔

میدانِ سیاست میں اِنہوں نے اِس درجہ نفوذ حاصل کیا کہ لارڈ ریڈنگ حاکم ہندوستان اور لارڈ ماونٹ بیٹن یہودی تھے۔ برطانیہ کے شاہی نظام کے ممبران میں مندرجہ ذیل یہودی لیڈران داخل تھے :

(۱) فیکانیٹ سموئیل (۲) لارڈ ناتھن (۳) لارڈ سلکن (۴) سر ہنری سلسیر (۵) سر پیرس ہارس (۶) سر سڈنی ابرافرے (۷) سر لونیل کوھن (۸) سر فیلکس کاسل (۹) ہار بلیچ (۱۰) اماموں سٹویل (۱۱) چڑاوس۔

اِن کے علاوہ ایک لمبی تعداداُن سیاست کاروں اور ممبران کی ہے جو نیم یہودی تھے اُن میں اکثر کو وزارتی مناصب اور عہدے حاصل ہوتے رہے، وزارتی مناصب سے کم دیگر مناصب پر تو بے شار یہودی فائز ہوئے۔

یہودیوں کے برطانیہ پر اَثرات نے برطانوی قوم کو مسخ کر کے رکھ دیا، لندن کی میونسپلٹی کے صرف ایک الیکشن میں ۲۷ ر یہودی کامیاب ہوئے، تمام برطانوی پارٹیوں پر بھی یہودیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ کنزرویٹیو ہو، یا لیبر، کمیونسٹ ہو یا لبرلسٹ ہر پارٹی اِن کو راضی کرنے اور اِن سے مالی امداد کی بھیک مانگنے میں لگی رہتی ہے، برطانیہ کا کوئی بھی حکمراں یا ذمہ دار شخص یہودی شکنجہ سے باہر نہیں ہے، یہودیوں نے اِنہیں اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا ہے۔ (جاری ہے)

دینی مسائل

﴿ ضبطِ ولادت ﴾

ضبطِ ولادت کے مختلف طریقے اور اُن کے اَحکام یہ ہیں :

-1 منعِ حمل(Contraception) :

یعنی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ حمل نہ ٹھہرے خواہ اِس کے لیے عورت گولیاں کھائے یا انجکشن لگوائے یا رحم میں چھلاّ رکھوائے یا مرد اپنے عضو پر غبارہ(Comdom) چڑھالے۔

حکم : خاص خاص ضرورتوں کے تحت شخصی و اِنفرادی طور پر ایسا کرنا جائز ہے مثلاً

-i عورت اتنی کمزور ہے کہ حمل کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔

-ii عورت کسی دُور دراز کے سفر میں ہے یا دُور کے پُر مشقت سفر مثلاً حج کا قصد ہے۔

-iii زوجین کا باہمی تعلقات ہموار نہیں اور علیحدگی کا قصد ہے۔

اِن سب اعذار کا خلاصہ یہ ہے کہ شخصی و اِنفرادی طور پر کسی شخص کو عذر پیش آجائے تو عذر کی حد تک اِس طرح کا عمل بلا کراہت جائز ہوگا۔ بغیر عذر کے یہ عمل مکروہ ہے اور اِس طرح عذر دُور ہوجانے کے بعد بھی اِس پر مداومت مکروہ ہے۔ اگر کوئی ایسی غرض یا ایسا خود ساختہ عذر ہو جو اسلامی اُصولوں کے خلاف ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا مثلاً

-i اگر لڑکی ہوگی تو بدنامی ہوگی۔

-ii مفلسی کا ڈر ہو۔

تنبیہ : ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ضبطِ ولادت کی جو تحریک چلائی جاتی ہے وہ چونکہ اِس بنیاد پر قائم ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہوگئی تو کہاں سے کھائے گی اور اِس کے لیے وسائل کہاں سے مہیا ہوں گے اِس لیے یہ تحریک بھی حرام ہے اور اِس فکر کے تحت ضبطِ ولادت کرنا بھی ناجائز ہے۔

-2 اِسقاط :

حمل کو جب ایک سو بیس دن گزر جائیں تو جنین میں رُوح پھونک دی جاتی ہے لہٰذا اِس مدت کے

بعد اسقاطِ حمل بالکل حرام ہے اور اِس کا مرتکب قتل کا مرتکب شمار ہوگا۔ اِس مدت سے پیشتر یہ فعل بغیر کسی شدید قابلِ اعتبار عذر کے مکروہ ہے اگر چہ وہ قتلِ نفس نہ ہوگا۔

شرعًا قابلِ اعتبار عذر کی چند مثالیں یہ ہیں :

i- حمل ٹھہر گیا ہو لیکن بعض اَمراض کی بناء پر حمل کے بار کا تحمل نہ ہو۔

ii- حمل کے ظہور سے عورت کا دُودھ ختم ہو اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کی اِس وجہ سے ہلاکت کا اَندیشہ ہو۔

3- مصنوعی بانجھ پن :

ضبطِ ولادت کی وجہ سے مرد کوئی آپریشن کرائے یا عورت کوئی آپریشن کرائے سب ناجائز اور حرام ہیں۔

اِسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہوجانے کے احکام :

1- جب حاملہ نے خود اِسقاط کا کوئی طریقہ اختیار کیا ہو۔

i- حاملہ نے شوہر کی رضامندی واجازت کے بغیر عمدًا اِسقاط کیا خواہ کسی بھی قدیم یا جدید طریقے سے۔ اگر بچہ مُردہ پیدا ہو تو عورت کی عاقلہ (یعنی اُس کی برادری) پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ایک سال میں واجب الاداء ہوگی۔

ii- اگر شوہر کی اجازت سے کیا تھا تو پھر عورت کی عاقلہ پر تاوان نہ آئے گا۔

iii- اگر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو عورت کے ذمّہ پوری دیت اور کفارہ دونوں آئیں گے اگر چہ شوہر نے اجازت ہی کیوں نہ دی ہو کیونکہ اِس صورت میں جرم ایسی جان پر ثابت ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا ہوئی اور اِس میں کسی کی اجازت کا اعتبار نہیں جبکہ اُوپر کے مسئلہ میں جرم ایسی ذات پر ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا نہیں ہوئی اور اُس کا زندہ پیدا ہونا مشکوک تھا کیونکہ حمل اور وضعِ حمل کے حالات پُر خطر ہوتے ہیں۔

تنبیہ : مذکورہ بالا صورتوں میں عورت جنین اور بچے کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔

2- جب کسی دُوسرے نے حاملہ کے پیٹ یا پشت وغیرہ پر ضرب لگائی ہو :

i- جنین مردہ پیدا ہوا تو ضارب کی عاقلہ پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی کا (باقی صفحہ ۶۳)

اخبار الجامعہ

﴿ محمد عامر اخلاق، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

۳۰ رنومبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے محمد عظیم صاحب کی بادامی باغ میں دُکان کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی اور دُعا کرائی۔

۶ ردسمبر کو بعد اَز نماز مغرب حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب آصل سلیمان تحصیل کینٹ ضلع لاہور میں واقع قاری محمد حسن صاحب کے مدرسہ جامعہ صدیقیہ دارُ القرآن میں تشریف لے گئے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۴ رذی الحجہ مطابق ۱۵ ردسمبر کو مسجد حامد کے شمالی جنوبی اور مشرقی برآمدوں کا لینٹر ڈالا گیا، کام دوپہر 12:00 بجے شروع ہوا اور رات 12:30 بجے اختتام کو پہنچا، والحمد للہ۔ 2 مکسچر مشینیں اور تقریبًا 60 مزدوروں نے کام کیا۔

۱۵ ردسمبر کو الحامد ٹرسٹ کے سلسلے میں الحامد ٹرسٹ کی مجلس عاملہ کا حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کی زیرِ صدارت اَبرار سنٹر میں دُوسرا ہنگامی اجلاس ہوا۔ ٹرسٹ کے بانی اور صدر حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب، جنرل سیکرٹری مولانا سید مسعود میاں صاحب اور فنانس سیکرٹری ڈاکٹر محمد امجد صاحب ہیں۔ آئندہ کے لائحہ عمل کے سلسلے گفتگو ہوئی اور دُعائے خیر پر اِجلاس کا اختتام ہوا۔

۳۰ ردسمبر کو الحامد ٹرسٹ کے تحت جامعہ مدنیہ جدید میں عملہ اور طلباء کے مفت علاج کے لیے زیرِ تعمیر ہسپتال ''مستشفیٰ الحامد'' کے جزوی حصہ کا لینٹر ڈالا گیا، والحمد للہ۔

سفر کنگن پور ضلع قصور :

7 دسمبر 2007 کو اللہ رب العزت نے بندہ عاجز پر مہربانی فرمائی کہ حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم بندہ کے گاؤں کنگن پور ضلع قصور میں جمعۃ المبارک کے لیے تشریف لے گئے۔ اِس سفر کی تفصیل اِس طرح ہے کہ صبح 9:30 حضرت جامعہ مدینہ سے قاری زاہد محمود صاحب (مدرس

جامعہ مدنیہ جدید) متعلم محمد خبیب ، بھائی چوھدری محمد رفیق (پاجیاں) اور راقم الحروف محمد عامر اخلاق کے ہمراہ سفر کا آغاز ہوا۔ براستہ موٹروے ملتان روڈ سے چونیاں ہوتے ہوئے کنگن پور مدرسہ جامعہ فاروق اعظمؓ میں 12:20 پر پہنچے۔ وہاں جامعہ فاروق اعظمؓ کے مہتمم قاری محمد اشرف صاحب اُن کے بیٹے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ، حافظ محمد نعیم صاحب اور دیگر حضرات حضرت شیخ کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مقامی حضرات سے گفتگو ہوئی۔ 1:00 بجے محمد خبیب رشیدی (متعلم جامعہ مدینہ جدید) نے قرآن کی شان میں نظم پڑھی اور اُس کے بعد حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم نے بیان فرمایا۔ 1:35 پر بیان ختم ہوا اِس بیان میں حضرت نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کی ترغیب فرمائی۔ اس بیان کو سُن کر احساس پیدا ہوا کہ ہم گناہگار رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ سنتوں پر چلتے بھی نہیں۔ اللہ ہماری اصلاح فرمائے اور سنتوں پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

۴۵:ا پر جمعۃ المبارک کی نماز حضرت اقدس کی اقتدا میں پڑھی۔ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد مسجد میں حضرت نے جامعہ مدینہ جدید کے دورۂ حدیث کے طالب علم محبت علی طارق (کنگن پور) کا نکاح پڑھایا۔ ایک ساتھی نکاح کے بعد چھوارے تقسیم کر رہا تھا حضرت نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ نکاح کے چھوارے شرکاء کی طرف اُچھال کر دیئے جاتے ہیں، لہٰذا اِسی طرح کیا گیا۔

بعد اَزاں مقامی حضرات میں میرے والد اخلاق احمد، چچا اشتیاق احمد، اِرشاد احمد صاحبان اور میرے سکول کے اُستاد ماسٹر اعجاز صاحب، حافظ نعیم صاحب، بھائی شوکت صاحب نیز جامعہ فاروق اعظمؓ کے طلباء اکرام اور دیگر حضرات سے ملاقات کرنے کے بعد جامعہ کے مہتمم قاری محمد اشرف صاحب سے رُخصت ہو کر دوپہر کے کھانے کے لیے جامعہ صدیقیہ تشریف لے گئے۔

دوپہر تین بجے جامعہ صدیقیہ کے مہتمم مولانا عبد الستار صاحب فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد منیر صاحب و فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد تنویر صاحب اور مولانا نور محمد صاحب اور دیگر حضرات نے حضرت شیخ کا استقبال کیا، بعد ازاں حضرت نے جامعہ صدیقیہ میں بیان فرمایا اور دُعا فرمائی۔ چار بجے دوپہر کا کھانا مولانا محمد منیر صاحب و دیگر احباب کے پاس تناول فرمایا۔ ۵۰:۴ پر جامعہ صدیقیہ کے مہتمم مولانا عبد الستار صاحب، مولانا محمد منیر صاحب، مولانا محمد تنویر صاحب، قاری محمد اشرف صاحب اور دیگر حضرات سے ملاقات کے بعد

راقم الحروف متعلم محمد عامر اخلاق کے گھر تشریف لے گئے۔ مغرب کی نماز جامع مسجد نہر والی میں ادا کی، وہاں میرے اُستاد ماسٹر امین فہیم صاحب (پرنسپل پاک پنجاب پبلک سکول) سے ملاقات ہوئی اور پھر گھر میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد دُعاء فرمائی اور میرے والد صاحب اخلاق احمد اور محمد یونس صاحب سے ملاقات کے بعد شام چھ بجے واپسی فرمائی۔

واپسی پر مولانا نور محمد صاحب فاضل جامعہ مدنیہ قدیم کے شدید اصرار پر اُن کے گھر ٹھینگ موڑ تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حضرت نے دعا فرمائی اور سفر دوبارہ شروع ہوا۔ یہاں سے راستہ میں کھڈیاں خاص مدرسہ تعلیم القرآن میں عشاء کی نماز ادا کی، نماز کے بعد مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد طاہر صاحب اُن کے بیٹے محمد بابر، طلبہ کرام اور جامعہ کے اساتذہ سے ملاقات فرمائی، بعد ازاں مدرسہ سے روانہ ہوئے۔ رات آٹھ بجے چوھدری محمد رفیق صاحب جن کی گاری میں یہ تمام سفر ہو رہا تھا اُن کی خواہش پر چند منٹ کے لیے حضرت اقدس اُن کی دُکان دی نرالا سویٹس اینڈ بیکرز قصور شہر تشریف لے گئے۔ وہاں چوہدری محمد رفیق صاحب کے بڑے بھائی محمد شفیق صاحب اور چھوٹے بھائی محمد ندیم صاحب سے ملاقات کی اور خیر و برکت کے لیے دعا فرمائی۔ رات سوا آٹھ بجے قصور سے راونگی ہوئی اور قصور سے جامعہ مدینہ جدید رات کے نو بجے پہنچے۔ جامعہ مدنیہ جدید سے روانہ ہوئے اور رات گیارہ بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی، والحمد للہ۔

بقیہ : دینی مسائل

تاوان آئے گا جو ایک سال میں واجب الاداء ہوگا۔

ii- بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو ضارب کی عاقلہ پر مکمل دیت آئے گی۔

iii- بچہ مُردہ پیدا ہوا پھر ماں مر گئی تو ماں میں دیت اور بچہ میں تاوان آئے گا۔

مسئلہ : شوہر نے بیوی کے پیٹ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے مُردہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر کی عاقلہ کے ذمّہ تاوان آئے گا اور خود شوہر اِس میں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد رحمہ اللہ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)